دُرِّ آبدار لِضِیافۃِ الابرار

حکمت ومعرفت کے چمک دار موتیوں سے بھرپور اصلاحی ملفوظات جو بیمار قلوب کے لیے نسخۂ شفا اور صحت مند قلوب کے لیے قوت وغذا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جلد - ۱

چمکتے موتی

از افادات حضرت حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ العالی
مُجازِ بیعت حضرت مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جلد اوّل

دُرِّ آبدار لضیافۃ الابرار

حکمت و معرفت کے چمکدار موتیوں سے بھرپور اصلاحی ملفوظات جو بیمار قلوب کے لئے نسخۂ شفاء اور صحت مند قلوب کے لئے قوت و غذا کی حیثیت رکھتے ہیں

مرتب

مولانا محمد سہیل قاسمی

ناشر

ادارہ فیضِ فقیر، ترکیسر، گجرات۔

سلسلۂ اشاعت

کتاب کا نام : دُرِّ آبدار لضیافۃ الابرار (اول)

تقریظ : حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب جونپوری مدظلہ العالی

از افادات : الحاج شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم

مرتب : مولانا محمد سہیل قاسمی

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

اشاعت اول : ۲۰۰۷ء

اشاعت دوم : ۲۰۰۸ء

ناشر : ادارہ فیضِ فقیر، ترکیسر، گجرات۔

ملنے کے پتے

☆ حضرت مولانا صلاح الدین صاحب نقشبندی

ادارہ فیضِ فقیر، ترکیسر، گجرات۔

☆ ادارۂ اسلامیات ۳۶ محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳

سعادتِ انتساب

یارب ان کو تو عطا کر نکہتِ حُسنِ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں ان کے دامن کیلئے

یہ میرے لئے بڑے عزوشرف کا مقام ہے کہ میں اپنے اس ناچیز مجموعہ ''دُرِ آبدار لضیافۃ الابرار'' کو اپنے محسن اور پیرومرشد حضرت الحاج شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم کے اسمِ گرامی کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔

انہیں کو نذر کر دوں تحفۃً یہ گلدستہ
یہ میں نے جن کے گلستاں سے کی ہے گل چینی

محمد سہیل عفی عنہ

فہرست

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والعنت لخاتم الرسالۃ والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیاً والأدم علیہ السلام بین الماء والتین فسبحان من خلق الانسان من ماءٍ مھین، وانطق لہ اللسان واعطاہ البیان وان من البیان لسحراً، وذٰلک فضل اللہ یعطیہ لمن یشاء ماشاء ویخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ولکن اکثر الناس لایعلمون، وللہ الخلق والامر کلہ فاذا اراد شیئاً فیقول لہ کن فیکون بعد!

تاریخ میں قدرت کے ایسے شواہد موجود ہیں کہ قادر وقہار جل جلالہ نے بے روح اور بے جان چیزوں کے واسطہ اور ذریعہ قدرت کے ایسے شاہکار اور نمونے ایجاد فرمائے ہیں کہ عرفاءِ ذی روح دنگ رہ گئے، مثلاً خشک اور بوسیدہ لکڑی ہونے کے باوجود استن حنانہ کا فراقِ حبیبِ رب العالمین پر آہ وبکا اور وہ بھی ایسا کہ بڑے بڑے عرفاء اصحاب سے نہ بن پڑے، اور بہت ہی معمولی اور ضعیف تر پرند کے واسطے ابرہہ جیسے دم خم اور سینہ تاننے والے ہاتھیوں اور ہاتھی سواروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس لئے آج بھی ہم اور آپ اگر کسی کو کچھ نہ سمجھتے ہوں مگر خدا تعالیٰ قادر وقہار اس سے ایسا کام لے لیں جو ہم جیسے انا رکھنے والوں سے نہ بن آئے تو کیا عجب ہے۔ پیش نظر رسالہ جو آپ کے روبرو کم ازکم اس حقیر کے روبرو اسی طرح کے عجائبات میں سے ہے اور یہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے کہ ؎

نگارِ من کہ نہ مکتب رسید ودرس نہ کرد　　سبق بغمزہ بیاموخت صد مدرس شد

اس سے میری مراد میرے محبوب ومحب دوست وصدیق حمیم بھائی شکیل احمد زاد مجدہ ہیں ان کی جس کاوشِ معہود پر یہ خامہ فرسائی یہ سودائی کررہا ہے آپ کے سامنے ہے پڑھئے اور خود فیصلہ فرمائیے کہ اس ناکارہ کی گذارشات محض مجنون کی بڑ ہیں یا کچھ حق اور حقیقت بھی۔ آگے بس ایک جملہ پر اپنی ہرزہ سرائی ختم کرتا ہوں کہ ؎

لذت مئے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

بس پڑھ کر ہی فیصلہ کیجئے "وماأردت الا اظہار ما ہو الحق عندی"

واخیرأ دوبارہ کہتا ہوں کہ ؎ لذت مئے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

بس خود پڑھ کر فیصلہ کیجئے۔

والسلام

ناکارہ وآوارہ قسمتوں کا مارا

محمد حنیف غفرلہٗ جونپوری

۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۷؍ جون ۲۰۰۷ء

دیباچہ

ملفوظات کا مرتب صاحبِ ملفوظات کی خدمت میں

تقریباً چار سال قبل ۲۰۰۰ء میں اس عاجز کو بھائی شہاب الدین مرحوم (شالیمار ریسٹورنٹ والے) کے قائم کردہ صفا اسکول میں تدریسی خدمت کا موقع ملا جہاں اساتذہ کی شرائطِ تقرری میں یہ شرط بھی تھی کہ مدرس کا کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہونا ضروری ہے ،اور جن مدرسین کا تا حال کسی سے اصلاحی تعلق نہیں ہے وہ بہت جلد اس جانب پیش قدمی کریں۔

چونکہ اس عاجز کا بھی اس وقت تک کسی سے اصلاحی تعلق نہیں تھا اس لئے اسکول کے ذمہ دار بھائی شہاب الدین مرحوم اکثر مجھے اس جانب توجہ دلاتے رہتے اور کہتے کیوں مولانا! کسی طرف قلبی رجحان ہوا یا نہیں؟ اور ہر مرتبہ میں انہیں یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ غور کر رہا ہوں۔

میری طبیعت دو وجہوں سے اس طرف مائل نہیں ہوتی تھی۔

پہلی وجہ تو اس طریق کی افادیت سے عدمِ واقفیت تھی جس کی بناء پر میں یہ سمجھتا تھا کہ پڑھنے پڑھانے کے بعد اس چیز کی چنداں ضرورت نہیں رہتی؛ اس سے میری جہالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر کبھی کسی موقع پر کسی اللہ والے کی مجلس میں بیٹھ کر اس جانب دل مائل بھی ہوا تو اپنی کوتاہ نظری کے باعث کسی ایسی شخصیت پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی جس کی طرف قلبی رجحان ہو، حالانکہ اس راہ کے بہت سے عارفین کاملین پہلے بھی موجود تھے اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے جن سے امت کے ایک بہت بڑے طبقہ نے پہلے بھی فیض

اٹھایا اب بھی اٹھا رہا ہے اور آئندہ بھی اٹھاتا رہے گا جن کا باکمال ہونا کسی دلیل اور حجت کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن مجھ میں وہ قلبی میلان (جس کا اس راہ سے استفادہ میں بہت بڑا دخل ہے) نہ ہونے کے باعث میں ان حضرات عارفین وکاملین کے فیضِ صحبت سے محروم رہا، عمرِ عزیز کے اتنے قیمتی سال ضائع ہوجانے پر مجھے آج بھی حد درجہ افسوس ہے لیکن کیا کیا جائے اللہ کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جس میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش نہیں۔ بالآخر میری زندگی میں بھی وہ قیمتی وقت آیا جب اللہ کی رحمت اس گنہگار کی جانب متوجہ ہوئی اور اس نے مجھے اس مہربان اور شفیق مصلح ومربی کے قدموں میں ڈال کر اس محرومی کے نقصانِ عظیم کی تلافی کا انتظام فرما دیا جنہیں الحاج شکیل احمد صاحب (دامت برکاتہم) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کے پہلے پیر ومرشد عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ اکثر وبیشتر بمبئی تشریف لایا کرتے تھے، بمبئی میں حضرت کا قیام حاجی رضوان صاحب عطر والے کے مکان پر ہوتا تھا جو حضرت کے خاص لوگوں میں تھے جنہیں حضرت سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور آج بھی ہے۔ حضرت بیماری اور ضعف کے باوجود کبھی کبھار مرغی محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لاتے تھے والد صاحب مجھے بھی اپنے ہمراہ مسجد لے جاتے اور بغرضِ دعا حضرت سے ملاقات کرواتے تھے یہ میرے بچپن کی بات ہے۔

حضرت سے ملاقات کے وقت اور آپ کی مجالس میں جن حضرات کو میں اکثر حضرت کے ساتھ دیکھا کرتا ان میں حضرت کے میزبان حاجی رضوان صاحب کے علاوہ

حضرت مولانا منیر احمد صاحب اور حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم نمایاں
رہتے۔ حضرتؒ سے ملاقات کے بعد والد صاحب ان دونوں حضرات سے بھی ملاقات
کرواتے اور دعا کی درخواست کرتے، اس وقت سے ان دونوں حضرات کی شخصیت ذہن
پر اس طرح نقش ہوئی کہ یہ والد صاحب کے دوست ہیں اور نیک آدمی ہیں۔ بعد ازاں
جب بھی ملاقات کا اتفاق ہوا تو اسی سابقہ تاثر کے ساتھ سلام و مصافحہ کرتا۔

چونکہ آپ کے بھائی شہاب الدین مرحوم سے قریبی روابط تھے اس لئے آپ جب
کبھی بھنڈی بازار آتے تو ان سے ملاقات کرنے ان کے ہوٹل شالیمار ضرور تشریف
لاتے، نماز کا وقت ہوجانے پر قریب کی مرغی محلہ مسجد میں تشریف لاتے تو یہ عاجز ملاقات
کا شرف حاصل کرتا اور قابلِ رشک نگاہوں سے آپ کو دیکھا کرتا، کیونکہ قریبی احباب
سے آپ کی سنتوں سے آراستہ عملی زندگی نیز حفظِ حدودِ شریعت پر مبنی حالات اکثر سنا کرتا
تھا جس کی بناء پر دل میں رشک ہوتا کہ کس طرح اللہ رب العزت نے ایک کاروباری شخص
کو نہجِ نبوت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے لیکن یہ اللہ پاک کی عطا
اور اس کا خاص فضل تھا جو اس نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

اسی طرح کئی سال تک بغیر قصد و طلب کے محض اتفاقی طور پر کئی دفعہ زیارت
و ملاقات کی نوبت آئی لیکن ان سرسری اور اتفاقی ملاقاتوں میں میں اس سے زیادہ کچھ نہیں
سمجھ سکا کہ آپ ایک مخلص اور دیندار آدمی ہیں۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہے کہ آپ سے مختلف ملاقاتوں
اور آپ کی بابت احباب کے تذکرے سننے کے باوجود میرے سامنے آپ کا تعارف
اجمالی تھا، آپ کو قریب سے دیکھنے، آپ کی گفتگو سننے اور آپ کی صحبت میں کچھ وقت گزار

نے کا پہلا اتفاق اس وقت ہوا جب میں ایک نجی کام سے میرے مخلص دوست اور کرم
فرما بھائی ساجد سے ملاقات کرنے پنویل پہنچا۔ یہ میرا پہلا سفرِ پنویل تھا۔ اس سفر کی
میرے نزدیک بایں معنیٰ اہمیت ہے کہ اس سفر میں جہاں مجھے آپ کا مزید تعارف ہوا
وہیں درحقیقت یہ سفر ہی آپ کی مبارک مجلسوں تک میرے پہنچنے کا باعث ہوا۔

اس سفر میں چند گھنٹے آپ کی صحبت میں گذارنے اور آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقع
ملا اس کے بعد بھی مذکورہ کام کی بناء پر مجھے متعدد مرتبہ پنویل جانا پڑا، چونکہ آپ بھی اکثر بھائی
ساجد کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے اس لئے اس دوران آپ سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں اور ہر
ملاقات کے بعد آپ کو بار بار دیکھنے اور آپ کی باتیں سننے کا اشتیاق بڑھتا چلا گیا۔ اسی دوران بھائی
ساجد کی معرفت آپ کی اصلاحی مجالس کا علم ہوا، آپ کی گفتگو سن کر چونکہ آپ سے ایک گونہ دلی
مناسبت پیدا ہوچکی تھی لہٰذا مجلس سے متعلق معلوم ہونے پر دل میں حاضری کا داعیہ
پیدا ہوا۔ چنانچہ دن اور وقت معلوم کر کے ایک مرتبہ جمعرات کے روز آپ کی مجلس میں پہنچا، کچھ دیر
بعد آپ تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے جب مجھ پر نگاہ پڑی تو فرمایا "اچھا آج مولوی سہیل بھی
آئے ہیں" پھر والد صاحب وغیرہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ کچھ دیر اسی طرح لوگوں کے احوال
دریافت فرماتے رہے اور پھر بیان شروع فرمایا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بیان ہوا بیان کے بعد بڑی رقت
آمیز دعا فرمائی مسلسل ایک گھنٹہ بیان سننے کے بعد بھی تشنگی باقی رہی۔ حضرت دامت برکاتہم کی
مجلس میں یہ میری پہلی حاضری تھی، پورے بیان میں آپ نے نفس اور شیطان کے مکائد کھول
کھول کر بیان فرمائے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارے اندر موجود باطنی عیوب کی نشاندہی فرما رہے
ہوں۔ آپ کی مجلس میں شرکت کے بعد پہلی مرتبہ مجھے اپنی جہالت، بے دینی و بے راہ روی نیز
ظاہری و باطنی کبیرہ گناہوں میں ملوث ہونے کا احساس ہوا اور نہ تو کبائر کے ارتکاب کے باوجود میں

اپنی دینی سطح سے حد درجہ مطمئن تھا، اپنے متعلق لوگوں کا اچھا گمان ہونے کی وجہ سے میں خود کو دیندار سمجھنے لگا تھا، زندگی میں طاعت کا شوق اور رغبت تھی نہ ہی گناہوں سے بچنے کا اہتمام تھا۔ غرض

؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے   عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

کا مصداق زندگی بے ڈھنگی رفتار سے گذر رہی تھی۔ اس روز مجلس میں شرکت کے بعد پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ من حیث المسلم مجھے کس طرح احکامِ شرعیہ کی پاسداری اور اتباعِ سنت کے اہتمام کے ساتھ زندگی گذارنا چاہئے اور میں کیسے زندگی گذار رہا ہوں۔

دعا کے بعد آپ سے مصافحہ ہوا اور آئندہ مجلس میں شرکت کا مصمم ارادہ کر کے میں وہاں سے لوٹ آیا اور آئندہ مجلس کا انتظار کرنے لگا۔ دو چند مجلسوں میں شرکت کے بعد تو یہ حالت ہوگئی کہ ہر منگل کے بعد جمعرات اور ہر جمعرات کے بعد منگل کا انتظار رہنے لگا (واضح ہو کہ اس وقت اتوار کی مجلس منگل کے روز ہوا کرتی تھی)۔ چونکہ اس دوران میرا صفا اسکول سے تدریسی رشتہ منقطع ہو چکا تھا اس لئے پابندی کے ساتھ ہفتہ کی دونوں مجلسوں میں شرکت کے علاوہ بھی بکثرت آپ کی خدمت وصحبت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوتی۔

جوں جوں آپ کی صحبت میسر آتی گئی اور آپ کی مجلسوں میں شرکت کا موقع ملتا گیا اسی قدر آپ کی عظمت اور احترام، محبت وعقیدت دل کی گہرائی میں اترتی چلی گئی۔ اور بار بار یہ خیال آنے لگا کہ مجھے اصلاحِ نفس کے لئے جس شخص کی تلاش تھی اللہ پاک نے میرے لئے آپ کی شکل میں اس کا انتظام فرما دیا ہے۔ اب مجھے باقاعدہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے اور خود کو آپ کے حوالہ کرنے میں کسی قسم کا کوئی تامل نہ تھا۔

چنانچہ ۲۹ رنومبر ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ بعد نمازِ عشاء میں نے نہایت ہمت جٹا کر اسی غرض سے آپ کو فون کیا تاکہ ملاقات کا وقت لے کر حاضرِ خدمت ہوں اور اپنی خواہش کا اظہار کروں، آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ اگلے روز وقتِ موعود پر آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، دروازہ پر دستک دی اندر سے میرا نام پوچھا گیا، میں نے اپنا نام بتلایا اور پھر کھڑا ہوگیا۔ چونکہ آپ کے مکان پر میری یہ پہلی حاضری تھی اس لئے مکان میں داخل ہونے کے اصول وآداب سے میں ناواقف تھا۔ گھر کی مستورات یہ سمجھ کر کہ آنے والا شخص مکان میں داخل ہونے کے طریقہ سے واقف ہے پسِ پردہ ہوگئیں، لیکن کچھ دیر تک دروازہ کھلا دیکھ کر انہوں نے پسِ پردہ مجھے بتلایا کہ آپ اندر آجائیں اور بسم اللہ کہہ کر دروازہ بند کرلیں اور سامنے کتاب والے کمرہ میں چلے جائیں۔ میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق کتاب والے کمرہ میں داخل ہوگیا، اندر پہنچ کر دیکھا کہ ایک کشادہ کمرہ ہے جس کے چاروں جانب الماریاں بنی ہوئی ہیں اور اس میں مختلف علوم وفنون پر مشتمل عربی اور اردو کی بہت سی کتابیں نہایت سلیقہ سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں۔ کمرہ نہایت صاف ستھرا اور اس میں نہایت سلیقہ کے ساتھ رکھی ہوئی تمام چیزیں دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ چونکہ میں کمرہ میں اکیلا تھا لہٰذا میں نے الماری میں موجود کتابوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور تصوف وغیرہ موضوعات پر مشتمل مستند کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ دیکھ کر آپ کا ذوقِ انتخاب اور دینی کتب سے آپ کا والہانہ لگاؤ واضح طور پر معلوم ہو رہا تھا اور ان کا حُسنِ ترتیب سے رکھا جانا مزید خوش کُن معلوم ہو رہا تھا۔

کتابوں کے دیکھنے سے فارغ ہوا تو تنہائی میں بیٹھ کر آپ سے گفتگو کا ڈھنگ سوچنے لگا کہ کیا کہوں اور کیسے کہوں۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ تشریف لے آئے، میں نے کھڑے ہو کر مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا آؤ معانقہ کرلیں پھر کچھ دیر میری اور اہلِ خانہ

کی خیریت دریافت فرماتے رہے۔ اس کے بعد مجھے اپنے گھر میں داخل ہونے کا طریقہ بالتفصیل سمجھانے کے بعد فرمایا کہ میرے گھر آنے والوں کو عموماً گھر میں داخل ہونے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اس لئے انہیں کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوتا۔ میں نے آپ کو طریقہ اس لئے بتلا دیا کہ اللہ کرے آپ کا دوبارہ آنا ہو تو آپ کو پریشانی لاحق نہ ہو۔ پھر آپ نے الماری میں موجود کتابوں سے متعلق دریافت فرمایا کہ آپ کو ہماری لائبریری کیسی لگی؟ میں نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ کتابوں کا بڑا ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ فرمانے لگے کہ میں پڑھا لکھا آدمی تو ہوں نہیں نہ ہی ان عربی کتابوں سے واقف ہوں یہ سوچ کر جمع کر رکھی ہیں کہ میرے پاس اکثر علماء کرام آتے رہتے ہیں انہیں اپنے ذوق کے مطابق عربی کتب کے دیکھنے کا موقع مل جائے گا اور ان سے کہتا بھی رہتا ہوں کہ اگر دورانِ مطالعہ کسی نئی بات کا علم ہو تو مجھے ضرور آگاہ کریں تاکہ میں بھی اس پر عمل کرنے لگوں۔ پھر آپ نے بہ اصرار اپنے ساتھ ناشتہ کرایا اس طرح پہلی مرتبہ آپ کے دسترخوان پر کھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

الغرض اس طرح کی مختلف گفتگو کے ذریعہ کچھ تکلف کم ہوا اور کچھ ہمت بندھی تو میں نے اپنے آنے کی غرض بیان کی، میرا مقصود سن کر آپ نے فرمایا کہ جب آپ اس غرض سے آئے ہیں تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ میرے متعلق جان لیں کہ میں کون ہوں، میری سابقہ زندگی کیسی تھی اور لوگوں کی میرے متعلق کیا رائے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ حسنِ ظن کی بناء پر مجھ سے عقیدت و ارادت کا تعلق قائم کر لیں اور پھر میرے متعلق کوئی ایسی بات جو آپ کے علم میں نہ ہو معلوم ہونے پر آپ بدظنی میں مبتلا ہو جائیں۔ لہذا بہتر ہوگا کہ میری زندگی کے کچھ تفصیلی احوال آپ کے سامنے آجائیں۔ پھر آپ نے اپنی زندگی کے احوال بالتفصیل بیان فرمائے۔ افسوس کہ وہ تمام تفصیلات قلمبند نہ ہو سکیں البتہ

اسکا اجمالی خاکہ اب بھی ذہن میں محفوظ ہے اور یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ اس دوران آپ نے کچھ ایسی باتیں بھی ارشاد فرمائی تھیں جنہیں سن کر میری آنکھوں سے آنسو مسلسل رواں تھے، آپ کی آنکھیں بھی مسلسل جاری تھیں اب بھی وہ منظر ذہن میں گھومتا ہے تو دل کی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔

الغرض جس قدر گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا اسی قدر آپ کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی گئی، ساتھ ہی یہ عزم اور بھی پختہ ہوتا گیا کہ اگر نفس کی اصلاح مقصود ہو تو بلا تاخیر خود کو آپ کے قدموں میں ڈال دینا چاہئے۔

اس وقت آپ کی گفتگو میں جو سوز و درد، عجز و فنائیت، مسکنت اور بے چارگی تھی اسے الفاظ کا جامہ پہنانا کم از کم مجھ جیسے ادنٰی طالب علم کیلئے تو تقریباً ناممکن ہے۔ بس ایک عجیب قلبی کیفیت تھی جسے اس راہ سے ناواقف ہونے کے باوجود میں محسوس کر سکتا تھا۔ اسی دوران جبکہ میری اور آپ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری تھے میری زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آگئے کہ ”میں اپنے آپ کو آپ کے حوالہ کرنے آیا ہوں“ یہ سنتے ہی فوراً آپ نے گفتگو کا سلسلہ منقطع فرما کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھا لیے اور مجھ سے فرمایا کہ مولوی سہیل! چلئے دعا کر لیتے ہیں۔ ظہر سے قبل تقریباً نصف گھنٹہ سے زائد آپ نے دعا فرمائی جس میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی شریک نہ تھا۔ دعا کیا تھی گویا اللہ پاک سے بالمشافہ گفتگو تھی، اس وقت دعا میں ایسے مضامین اللہ پاک آپ کے قلب پر القا فرما رہے تھے جو میں نے پہلی مرتبہ سنے تھے، سچ پوچھئے تو پہلی مرتبہ مجھے احساس ہوا کہ دعا تو ایسے بلبلا کر مانگی جاتی ہے۔ اس دعا میں سسکیاں لے لے کر آپ اس قدر زار و قطار رو رہے تھے جیسے

کوئی ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر رویا کرتی ہے اس دوران میری نگاہ تو کبھی کبھی آپ
کے چہرہ پر پڑ بھی جاتی لیکن آپ آس پاس سے بے خبر دیوانہ وار رو رہے تھے۔اس دعا
کی لذت آج تک اس گنہگار کو یاد ہے۔دعا سے فارغ ہوکر دیکھا تو آنسو آپ کے چہرہ،
ڈاڑھی اور ہاتھ کی حدوں کو پھلانگ کر دامن تک پہنچ چکے تھے،آنکھیں بالکل سرخ ہو چکی
تھیں۔

دعا کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں دعا میں اکثر اللہ پاک سے یہ بھی مانگتا ہوں کہ
''یا اللہ! جب بھی ساعتِ مقبولہ ہو اس وقت آپ عافیت کے ساتھ میرے قلب کو غفلت
سے نکال کر اپنی جانب متوجہ کر لیجئے اور اس وقت جو دعائیں میری دنیا اور آخرت کیلئے
سب سے اچھی ہوں وہ میری زبان پر جاری فرما دیجئے''۔پھر اس دعا کی برکت سے جب
کبھی دل میں دعا کا خیال آتا ہے تو موقع ہونے پر ہاتھ اٹھا کر ورنہ بغیر ہاتھ اٹھائے چلتے
چلتے ہی اور کبھی سواری میں بیٹھے بیٹھے دل ہی دل میں دعا شروع کر دیتا ہوں۔اس وقت
بھی مجھے محسوس ہوا کہ اللہ کی رحمت برس رہی ہے،دل میں خیال آیا کہ دعا کرنا چاہئے،اس
لئے میں نے فوراً گفتگو کا سلسلہ منقطع کر کے دعا شروع کر دی۔آپ کی مذکورہ دعا کی
برکت سے اس عاجز کو قوی امید ہے کہ وہ قبولیت کی گھڑی ہوگی۔اس وقت مانگی گئیں تمام
دعائیں اللہ پاک ضرور قبول فرمائیں گے اور اپنے نیک بندہ کے طفیل اس سیہ کار کو محروم نہ
فرمائیں گے۔

ناشتہ تاخیر سے کرنے کے باعث نماز کے بعد بھی مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی رہی اور
تقریباً چار بجے دوپہر کا کھانا آپ نے اپنے کمرہ میں لے جا کر کھلایا۔کھانے سے فارغ ہوکر کچھ

دیر آرام فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھی،عصر کے بعد معمول کے مطابق کچھ احباب جن میں علمائے
کرام بھی تھے مکان پر تشریف لے آئے جن کے سامنے آپ مختلف عنوانات کے تحت اصلاحی
باتیں ارشاد فرماتے رہے یہ سلسلہ مغرب کی اذان سے کچھ قبل تک جاری رہا۔اس کے بعد
مغرب کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوکر مجلس والے کمرہ میں تشریف لائے۔پھر عشاء کی اذان
تک عمومی مجلس ہوئی مجلس کے اختتام پر خوب گریہ وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔اسی روز آپ
نے یہ بھی بتلایا کہ مجھے دو چند بزرگوں سے اجازت حاصل ہے لیکن میں نے کبھی کسی کو بیعت
نہیں کیا اور ایک عرصہ تک اس بات کو مخفی رکھا۔بالآخر جب لوگوں کو علم ہوا اور وہ اس غرض سے
میرے پاس آنے لگے تو میں انہیں سختی سے منع کرتا اور قریب کے کسی بزرگ کی طرف رہنمائی
کر دیتا۔لیکن جب لوگوں کا اصرار بڑھا اور انہوں نے اس کی شکایت میرے شیخ حضرت اقدس
مولانا مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم سے کی کہ شکیل کسی کو بیعت نہیں کرتا ہمیشہ دوسروں
کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے تو کچھ لوگوں کو حضرت نے اپنے پیغام کے ساتھ بھیجا کہ شکیل سے
میرا نام لے کر کہو کہ بیعت کی غرض سے آنے والوں کو لوٹایا نہ کرے بیعت کر لیا کرے۔اور مجھ
سے فرمایا کہ دیکھو میاں! کوئی کسی کے پاس نہیں جاتا یہ اللہ پاک ہی بھیجتے ہیں لہٰذا جب کسی کو اللہ
پاک بھیجیں تو انکار نہ کرو،چنانچہ حضرت کے حکم کے بعد میں نے بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔

اس روز آپ نے اپنی زندگی کی بہت کچھ تفصیلات سے مجھے آگاہ کیا تھا جسے سن کر
میرے دل میں آپ کے تئیں محبت وعقیدت،عظمت واحترام پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکا تھا۔
اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی باتوں کا مجھ پر اس قدر اثر ہوتا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری
کے بعد گھر واپسی تک سارے راستے روتا ہوا جاتا،رہ رہ کر دل میں یہ خیال بشکلِ حسرت

پیدا ہوتا کہ اسی شہر میں رہنے کے باوجود میں کیونکر اب تک آپ کے فیضِ صحبت سے محروم رہا؟ کاش کہ چند سال پہلے آپ سے ملاقات ہوتی تو میری زندگی کے اتنے قیمتی سال ضائع ہونے سے بچ جاتے جو انتہائی غفلت بلکہ اپنے پیارے رب کی صریح نافرمانی میں گذر گئے۔ لیکن پھر یہ سوچ کر صبر کر لیتا کہ جس چیز کے ملنے کا جو وقت طے ہوتا ہے وہ اس سے پہلے نہیں ملا کرتی، ساتھ ہی جذبۂ شکر بھی پیدا ہوتا کہ بالآخر میرے رب کی رحمت میری جانب متوجہ ہوئی اور اس کریم نے اپنے کرم سے مجھے آپ کی صحبت عنایت فرما کر غمِ حسرت کا مداوا کر دیا۔

میں اس روز اس ارادہ کے ساتھ گھر سے نکلا تھا کہ آج آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر باقاعدہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو جاؤں گا، میرا یہ مقصود چونکہ اس وقت تک پورا نہیں ہوا تھا لہٰذا میں مجلس کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر پھر دولت کدہ پر حاضر ہوا، دن بھر کی تکان کے باوجود آپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ گھر میں بٹھایا اور رات کا کھانا بھی اپنے ساتھ کھلایا۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بیعت کر لیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا "ہاں تمہارا بیعت ہونا تو رہ ہی گیا آؤ بیعت ہو لو" بالآخر شبِ چہار شنبہ بتاریخ ۳۰رنومبر ۲۰۰۲ء بعد نمازِ عشاء تقریباً دس بجے وہ مبارک ساعت آ گئی جب حضرت نے اپنے متوسلین میں شامل فرما کر اس گنہ گار پر احسانِ عظیم فرمایا۔ یہاں سے باقاعدہ میرے اصلاحی سفر کا آغاز ہوا۔

جس وقت آپ سے میرا اصلاحی تعلق قائم ہوا ان دنوں میری کوئی خاص مشغولیت نہیں تھی لہٰذا پوری کوشش کرتا کہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کی خدمت میں گذاروں، اکثر ایسا ہوتا کہ پورا دن آپ کی صحبت میں رہنے کی پیشگی اجازت لے لیتا اور صبح ہی آپ کی

خدمت میں حاضر ہو جاتا اگر مجلس کا دن ہوتا تو آپ عموماً گھر ہی پر قیام فرماتے رات گئے تک مجھے آپ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملتا، اور اگر نجی کام سے کہیں تشریف لے جاتے تو یہ عاجز بھی آپ کے ہمراہ ہوتا۔

اس دوران جس یکسوئی کے ساتھ آپ کی خدمت میں رہنے اور سیکھنے کا موقع ملا اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوا جب یہ فرصت کے اوقات مشغولیت میں تبدیل ہو گئے اور خدمت میں حاضری کم سے کم ہونے لگی۔ اس دوران آپ کی خدمت میں رہ کر بکثرت آپ کے ارشادات سننے اور آپ کے اعمال و افعال، حرکات و سکنات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

اس عرصہ میں جہاں میں نے یہ دیکھا کہ آپ ہر عمل میں اتباعِ سنت کا اہتمام فرماتے ہیں اور یہ فکر ہوتی ہے کہ آپ کے یہاں آنے والے افراد بھی اتباعِ سنت کا التزام کریں وہیں آپ کے ارشادات و فرمودات کو سن کر دل میں شدید تقاضہ پیدا ہوا کہ اگر ان قیمتی جواہر پاروں کو ضبطِ تحریر میں لا کر محفوظ کر لیا جائے تو اپنی ذات کے ساتھ ساتھ بہت سے افراد کی ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بن جائیں گے۔

کیونکہ بارہا آپ کی زبانی آپ کا یہ ارشاد سنا کہ بعض مرتبہ اللہ پاک عجیب مضمون ذہن میں ڈالتے ہیں جو پہلے کہیں پڑھا نہ سنا اور اس مضمون کی وضاحت کیلئے ایسی بروقت مثالیں ذہن میں آتی ہیں جو دوبارہ سوچنے پر بھی یاد نہیں آتیں، اسی طرح دعا میں بھی بعض مرتبہ ایسے الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہیں کہ میں خود حیران ہو جاتا ہوں کہ ان الفاظ کے ساتھ تو میں نے کبھی دعا نہیں مانگی۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ پاک آنے والے طالبین کی برکت سے اسی وقت ذہن میں ڈالتے ہیں اور پھر بھلا دیتے ہیں۔

چنانچہ آپ کے اس ارشاد اور اپنے دلی تقاضہ کے تحت آپ کے فرمودات کو یادداشت کے طور پر محفوظ کرنا شروع کردیا تا کہ ان کے ذریعہ مجھے روحانی قوت کے علاوہ اتباعِ سنت پر استقامت کی تحریک ملتی رہے اور عدمِ حاضری کی صورت میں یہ ارشادات آپ کی صحبت کا بدل ثابت ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ اس وقت سے لے کر تا حال یہ سلسلہ جاری ہے اور آئندہ کے لئے بھی دعا ہے کہ اللہ پاک عمل کی نیت سے لکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اس دوران آپ کے ارشادات پر مشتمل دو تین کاپیاں تیار ہوگئیں۔

جب اس کا علم کچھ بے تکلف دوستوں کو ہوا تو انہوں نے ان کاپیوں کو باقاعدہ کتابی شکل دینے پر بہت اصرار کیا جن میں خصوصیت کے ساتھ بھائی عبدالعزیز کا نام قابلِ ذکر ہے۔ جب دوستوں کے اصرار کا علم آپ کو ہوا تو آپ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور بہت شدت سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بے پڑھا لکھا آدمی ہوں، مجھے اس سے بہت غیرت آتی ہے کہ میرے نام سے کوئی کتاب شائع کی جائے میری حیثیت ہی کیا کہ میرے ملفوظات قلمبند کئے جائیں میں اپنی اوقات خوب جانتا ہوں۔ لیکن ان ارشادات کے مضامین کی افادیت ونافعیت کو دیکھتے ہوئے دوستوں کا پیہم اصرار رہا کہ اگر یہ باتیں مطبوعہ صورت میں لوگوں تک پہنچ جائیں تو انشاء اللہ ان کی ہدایت واصلاح کا ذریعہ ہوں گی۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ان ارشادات کا ایک مسودہ حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں روانہ کردیا جائے اگر حضرت نظرِ ثانی فرما کر طباعت کی اجازت مرحمت فرمادیں تو طبع کرایا جائے ورنہ اس ارادہ کو ملتوی کردیا جائے آپ اس پر آمادہ ہوگئے۔

چنانچہ ۲۰۰ سو سے کچھ زائد ارشادات پر مشتمل ایک مسودہ حضرت اقدس کی خدمت میں روانہ کیا گیا، حضرت اقدس نے نہ صرف یہ کہ اس کو بالاستیعاب پڑھا بلکہ از خود اس کی طباعت کی تاکید بھی فرمائی اور اس مسودہ کا نام بھی تجویز فرمایا، نیز تقریظ کے عنوان سے نہایت پر اثر کلماتِ بابرکات تحریر فرما کر اس مسودہ کی طباعت کے فیصلہ کو مزید مؤکد کردیا۔

یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے اس بندہ کو جو سراپا گندہ ہے آپ کے ملفوظات جمع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ عظیم خدمت، اب اللہ پاک ہی سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ اس سیہ کار کو ان ملفوظات پر عمل کرنے کی نیز نااہلیت کے باوجود اس خدمت کے لئے قبول کر لینے پر صحیح طریقہ سے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس خدمت کو میری اور میرے اہلِ خانہ کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنا کر ہم سے راضی ہوجائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

یہ عاجز کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں جملہ معاونین کا شکر گزار ہے خصوصاً بھائی عبدالعزیز کا نہایت مشکور وممنون ہے کہ انہی کی فکر، انہی کی ضد اور انہی کی کاوشوں سے یہ ملفوظات قارئین کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں اللہ پاک انہیں اپنی شایانِ شان اس کا اجر عطا فرمائیں نیز حضرت مولانا صلاح الدین صاحب سیفی نقشبندی مدظلہ مجازِ بیعت حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کا بھی تہہ دل سے ممنون ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی شوق سے ہر ملفوظ کو عنوان سے مزین فرما کر جہاں اس کتاب کو حسنِ ترتیب سے آراستہ کیا وہیں اس سے استفادہ بھی قارئین کے لئے آسان کردیا اللہ پاک اس کا آپ کو بہترین صلہ عطا فرمائے

آمین۔

یہ سیہ کار اللہ پاک کے احسانات کا شکر کس منہ سے ادا کرے بس اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ ہوا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہوا۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا — ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ کہ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

مرتب: محمد سہیل عفی عنہ

آپ اس کتاب کو کیسے پڑھیں

یاد رکھئے! مسلمان کی نیت بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتی ہے لہٰذا اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے یہ نیت ضرور کر لیں کہ میں اس کتاب کو اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ اللہ پاک مجھ سے راضی ہو جائیں اور اس کتاب میں جو دین کی بات میں پڑھوں گا ان شاء اللہ اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اگر اس نیت سے آپ پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کی توفیق ضرور عطا فرمائیں گے۔ جس بات پر عمل کرنا مشکل ہوگا آپ کی سچی نیت اور پکے ارادہ کی برکت سے اللہ پاک اس پر عمل کرنا آپ کے لئے آسان فرما دیں گے اور جتنا وقت اس کتاب کو پڑھنے پر لگے گا وہ دین بنتا جائے گا اور عبادت میں شمار ہوگا۔

کچھ گزارشات

۱۔ کتاب پڑھنے سے قبل یہ دعا ضرور کر لیں کہ یا اللہ اس کتاب کو میری ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔

۲۔ دوسری اہم گذارش یہ ہے کہ کتاب پڑھنے سے پہلے دل، دماغ اور آنکھوں کو کھول لیجئے۔

۳۔ کتاب پڑھنے کیلئے وقت ایسا نکالا جائے جو الجھنوں یا پریشانیوں سے گھرا ہوا نہ ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ الجھن ذہن پر سوار تھی کسی اور وجہ سے اور چبھن محسوس ہوتی ہے کتاب کے مضمون سے۔

۴۔ کتاب پڑھنے سے پہلے توبہ استغفار ضرور کر لیں تاکہ دل پر جو گناہوں کا غبار چھایا ہوا ہے وہ چھٹ جائے۔

۵۔ مزید یہ کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت ایک قلم ساتھ رکھیں اور جن امور میں خود کو کوتاہ محسوس کرتے ہوں ان پر نشان لگا دیں اور ان کو بار بار پڑھیں اور ان کی اصلاح کے لئے خوب دعائیں بھی مانگیں اور کوشش بھی کریں۔

۶۔ اس کتاب کو پڑھنے کی دوسرے مسلمانوں کو بھی دعوت دیں اور اس کتاب میں جو ایمانی ترقی اور اخلاقی بہتری اور صفاتِ اولیاء سے متعلق کوئی بات ملے تو انہیں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان خوبیوں اور صفات کی طرف دوسرے افراد کو بھی متوجہ کریں۔

۷۔ آخر میں گذارش ہے کہ صاحبِ ملفوظات، مرتب یا اس کتاب کی تیاری کے مختلف مراحل میں کسی بھی طرح شریک ہونے والے معاونین کیلئے خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام کریں۔

ایک اہم گزارش

ہر مسلمان سے اور خصوصاً اہلِ علم حضرات سے گذارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اس

کتاب کی جمع وترتیب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی نظر آئے یا مزید بہتری کی کوئی صورت سامنے آئے تو بندہ کو اس کی ضرور اطلاع دیں، یہ آپ کا بندہ پر احسانِ عظیم ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنت کیسے ملے گی؟

ایک سلسلۂ گفتگو میں روزہ سے متعلق ارشاد فرمایا: کہ اگر آپ کو یہاں کا لینا سے سانتا کروز جانا ہو تو بس کا ٹکٹ چار روپے کا ہے، بس میں بیٹھ کر آپ پانچ روپے کا پھٹا ہوا نوٹ کنڈیکٹر کو دیتے ہوئے کہیں کہ مجھے سانتا کروز کا ایک ٹکٹ دیدو۔ اس نے آپ کا نوٹ دیکھ کر کہا کہ یہ تو پھٹا ہوا ہے دوسرا نوٹ دو۔ آپ اس سے کہیں کہ پھٹا ہے تو کیا ہوا ہے تو اصلی۔ وہ کہے گا بھائی صاحب دوسرا نوٹ دو ورنہ بس سے اترو۔ آپ اس سے ریکویسٹ کریں کہ اچھا آپ چار کے بجائے پانچ روپے لے لو لیکن ٹکٹ دیدو۔ وہ کہے گا شاید آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے آپ بس سے اترو تم سے الجھنے کا میرے پاس ٹائم نہیں ہے مجھے اور بھی لوگوں کو ٹکٹ دینا ہے۔ اب دیکھئے کہ آپ کا نوٹ اصلی ہے اس پر حکومت کی مہر بھی لگی ہوئی ہے لیکن پھٹا ہوا ہونے کی وجہ سے اس کے ذریعہ چار روپے کا ٹکٹ نہیں مل پا رہا ہے جب پھٹے نوٹ کے ذریعہ چار روپئے کا ٹکٹ نہیں مل سکتا تو کیا پھٹے

روزہ پر اللہ تعالیٰ کی عالیشان جنت مل جائے گی؟ اب آپ کہیں گے کہ جناب روزہ کیسے پھٹتا ہے تو روایت میں آتا ہے کہ جب روزہ کی حالت میں گناہ کیا جاتا ہے تو روزہ پھٹ جاتا ہے یعنی خراب ہوجاتا ہے اور خراب اور پھٹا ہوا روزہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا، جب مقبول نہیں ہوگا تو اس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کیسے ملے گی۔

رب کیسے راضی ہوتا ہے

ارشاد فرمایا: کہ روٹھی مخلوق کو منانا تو مشکل ہوسکتا ہے لیکن روٹھے رب کو منانا کچھ مشکل نہیں ہے لیکن اس کیلئے سچی ندامت شرط ہے۔ اللہ پاک بندہ کے ندامت سے نکلے ہوئے آنسو کے چند قطروں پر بہت جلدی مان جایا کرتے ہیں۔

ہم رب کے تو سب ہمارے

ارشاد فرمایا: کہ آج ہماری ایک بیوی ہمارے قابو میں نہیں آتی بچے ہمارے قابو میں نہیں آتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم خود شریعت کے قابو میں نہیں ہیں خدا کی قسم جس دن ہم شریعت کے قابو میں آجائیں گے تو سارے لوگ ہمارے قابو میں آجائیں گے۔ دیکھئے کتابوں میں اللہ والوں کے واقعات لکھے ہیں کہ انہوں نے شیر کی سواری کی ہے اور سانپ کو کوڑا بنا کر اس سے شیر کو مار رہے ہیں۔ ایسے خطرناک اور موذی جانور بھی صرف اس وجہ سے ان کی قید میں تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو شریعت کی قید میں کر رکھا تھا۔ آج بھی اگر ہم شریعت کی قید میں آجائیں تو اللہ کی قدرت آج بھی وہی ہے یہ ساری چیزیں آج بھی ممکنات میں سے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے ہم خود پوری طرح شریعت کی قید میں آجائیں۔

فرشتے کس پر ہنستے ہیں؟

ارشاد فرمایا: کہ حضرت تھانویؒ کے پاس دو آدمی آئے کہنے لگے کہ حضرت ہمیں بیعت کر لیجئے، آپ نے ایک صاحب کے متعلق فرمایا کہ انہیں بیعت کروں گا دوسرے کو نہیں کروں گا۔ اس دوسرے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم بیعت ہو کر آجاؤ میں باغ میں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ حضرت نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا کہ جا کر ان سے پوچھو کہ تمہیں کیوں بیعت نہیں کیا؟ اور اگر انہیں سمجھ میں نہ آئے تو ان سے پوچھنا کہ تم کس نیت سے آئے تھے؟ انہوں نے جا کر ان سے پوچھا تو کہنے لگے اس نیت سے آیا تھا کہ جا کر بیعت ہو جاؤں گا پھر کچھ دنوں کے بعد مجھے خلافت مل جائے گی پھر میں بھی لوگوں کو بیعت کروں گا۔ حضرت نے دوبارہ ان کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے کہو کہ اپنی نیت سے توبہ کر لو تو تمہیں بیعت کر لیں گے۔ کہنے لگے توبہ تو نہیں کروں گا اس لئے کہ اسی نیت سے آیا تھا۔ یہ سن کر حاضرین مجلس ہنسنے لگے تو آپ نے فوراً ان سے فرمایا کہ دیکھو جس طرح ہمیں اس آدمی پر ہنسی آگئی کہ کیسا بیوقوف ہے جو اپنی غلط نیت سے توبہ نہیں کرتا، ٹھیک اسی طرح جب ہم گناہ کرتے ہیں اور اس سے توبہ نہیں کرتے تو شیطان ہم پر ہنستا ہے کہ یہ کیسے بیوقوف ہیں کہ اللہ پاک انہیں گناہوں سے توبہ کرنے کیلئے کہتا ہے اور ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے پھر بھی یہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست نہیں بناتے۔

اللہ والے بیوقوف نہیں ہوتے

ارشاد فرمایا: کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ ہمیں بے وقوف بناتے ہیں تو ہم بے وقوف بن جاتے ہیں لیکن ہم بے وقوف ہیں نہیں، اور بے وقوف بن اس لئے جاتے ہیں کہ اس طرح کچھ دن آنے جانے اور گفتگو سنتے رہنے سے شاید یہ لوگ بات سمجھ

جائیں اور اپنی بداعمالیوں سے توبہ کر لیں۔

تعلق پر خوشی

ارشاد فرمایا: کہ تاجر حضرات جب کسی کاروبار میں سرمایہ کاری کرتے ہیں تو سرمایہ لگانے سے قبل ہی نفع کا تخمینہ لگاتے ہیں کہ تمام اخراجات نکالنے کے بعد ہمیں اس کاروبار میں اتنا نفع ہوگا اور اسی وقت سے چہرہ پر خوشی کے آثار جھلکنے لگتے ہیں حالانکہ ابھی نہ سرمایہ لگایا گیا نہ کاروبار شروع ہوا بلکہ ساری باتیں ابھی صرف پیپر اور خاکہ پر ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رقم لگانے اور کاروبار شروع کرنے کے بعد بجائے نفع کے نقصان ہو جائے لیکن اس موہوم نفع کے ملنے کی امید ہی پر چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں پھر دل ہی دل میں اس نفع کی رقم کے استعمال کا کوئی پروگرام بھی ترتیب دینے لگتے ہیں حالانکہ ابھی نفع نہیں ملا بلکہ کچھ مدت کے بعد ملنے کی صرف امید ہے۔ دوستو! مال ملنے کی امید پر چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہو جائیں اور اللہ مل جائے تو خوشی کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ کے مل جانے پر بھی خوشی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ہم پر اس لئے ظاہر نہیں ہوتے کہ ابھی ہم نے اللہ کو پایا نہیں، اس کا تعلق اور اس کی معرفت ہمیں حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ والے اللہ کو پا جاتے ہیں انہیں اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کے چہرہ پر اس معرفت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو پانے کی لذت سے بھی آشنا ہوتے ہیں۔ یہ رمضان کا مہینہ اسی لئے آیا ہے کہ اس میں ہم اللہ کو پا جائیں، ہمیں اللہ مل جائے۔ خود اللہ پاک نے بھی فرمایا ہے کہ رمضان کا یعنی روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔

اللہ کا تعلق بے حد آسان ہے

ارشاد فرمایا: کہ اللہ کو پانا بہت آسان ہے صرف گناہوں کو چھوڑ دینے سے اللہ

پاک مل جاتے ہیں اور بندہ کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ شکیل! کیا چاہتے ہو کہ اللہ کے ولی بن جاؤ؟ میں نے کہا جی حضرت چاہتا ہوں اور اسی غرض سے آپ کے پاس آتا بھی ہوں فرمایا گناہوں کو چھوڑ دو اللہ کے ولی بن جاؤ گے۔

رحمتوں کا مشاہدہ کیوں نہیں؟

ارشاد فرمایا: کہ بدنگاہی کی نقد سزا یہ ملتی ہے کہ اللہ کی عطاؤں کا پتہ نہیں چلتا۔ دیکھئے رمضان کے مہینہ میں اللہ پاک کی رحمتیں برس رہی ہیں انوارات کا نزول ہو رہا ہے لیکن یہ رحمتیں اور انوارات ہمیں کیوں نظر نہیں آتے؟ یہی گناہ درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں ان انوارات اور رحمتوں کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔

ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا

ارشاد فرمایا: کہ ہمارے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں شکیل! ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے آج بھی بڑے سے بڑا ولی بنا جا سکتا ہے لیکن شرط ہے کہ پہلے تم ولی بننے کا ارادہ تو کرو جب اس ارادہ کے ساتھ اللہ پاک کی جانب قدم بڑھاؤ گے تو وہ ضرور تمہیں اپنا ولی بنالیں گے نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ جب جنید بغدادیؒ بننے کا عزم کرو گے تو کچھ تو بن ہی جاؤ گے۔

حکم کا علم ضروری ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: کہ تمام لوگوں کا باضابطہ عالم ہونا شرط نہیں ہے اگر ہر ایک کا باضابطہ عالم ہونا ضروری ہوتا تو فرض قرار دیا جاتا۔ بس جس وقت شریعت کا جو حکم

ہو اس کا علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے شریعت کا ہم سے یہی مطالبہ ہے۔

ایک دعاء نے چہرہ بدل دیا

ایک مرتبہ مجلس شروع ہونے سے قبل متفرق باتوں کے دوران ایک صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا واقعہ سنایا کہ یہ میرے سامنے ربّانی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب یہ پہلی مرتبہ مجھ سے ملاقات کرنے میرے مکان پر پہنچے تھے تو ان کی ڈاڑھی نہیں تھی اور ایسے وقت آئے تھے کہ میں بیمار پڑا ہوا تھا اور دو چار لوگ میرا بدن دبا رہے تھے۔ اسی دوران اللہ پاک نے محبتِ رسول پر کچھ ایسا مضمون ذہن میں ڈالا کہ میں نے اسی حالت میں گفتگو کرنی شروع کر دی، گفتگو کے دوران ہی ایسا محسوس ہوا کہ رحمتِ الٰہی برس رہی ہے دعا مانگنا چاہئے میں نے ان لوگوں سے کہا کہ بھائی قبولیت کی گھڑی معلوم ہوتی ہے لہٰذا میں تو اس وقت دعا مانگوں گا آپ لوگ بیٹھنا چاہیں تو بیٹھیں ورنہ چلے جائیں۔ لیکن سارے لوگ بیٹھے رہے خوب گریہ وزاری کے ساتھ بڑی طویل دعا ہوئی۔ پھر آپ نے ربّانی بھائی ہی سے دریافت فرمایا کہ اس وقت کتنے گھنٹے دعا ہوئی ہوگی؟ انہوں نے بتلایا کہ ساڑھے تین گھنٹے مسلسل دعا ہوتی رہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میاں وہ دعا کیا تھی بس اللہ کی رحمت متوجہ تھی مانگتے رہے روتے رہے میں بھی روتا رہا یہ لوگ بھی مسلسل روتے رہے۔ جب دعا سے فارغ ہو کر لوگ جانے لگے تو یہ ربّانی بھائی جن صاحب کی معرفت یہاں آئے تھے ان سے میرے متعلق کہنے لگے کہ یہ شخص دعا میں اتنا روتا ہے کہ کوئی اپنے ماں باپ کے مرنے پر بھی اتنا نہیں روتا۔ اور دعا سے قبل چونکہ محبتِ رسول کے عنوان پر گفتگو ہو رہی تھی تو اس میں ڈاڑھی سے متعلق یہ بات بھی آئی کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہفتہ میں

دودن امتیوں کے اعمال حضرت نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جب آدمی ڈاڑھی منڈواتا ہے تو یہ ڈاڑھی منڈا چہرہ جب ہفتہ میں دومرتبہ آپ کو دکھایا جاتا ہوگا تو سوچئے کہ اسے دیکھ کر آقا کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی اور آپ یہ چہرہ دیکھ کر کتنے بے چین ہوجاتے ہونگے کہ یہ امتی تو میرا ہے لیکن اسے میرا ہی چہرہ ناپسند ہے۔

اس طرح کی اور بہت سی باتیں اس وقت ڈاڑھی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہلوائی۔ جب یہ اتر کر جانے لگے تو انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج شکیل بھائی کی گفتگو سن کر میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اب کبھی ڈاڑھی نہیں منڈواؤں گا۔ دیکھئے آج ماشاء اللہ ان کی شرعی ڈاڑھی ہے یہ ان کی عقلمندی کی بات تھی کہ سنتے ہی فوراً ڈاڑھی رکھنے کا فیصلہ کرلیا کیونکہ عقلمند تو جہاں اپنے نفع کی بات دیکھتا ہے فوراً لے لیتا ہے وہ شخص تو نہایت بے قوف ہے جو اپنے نفع کی بات دیکھتے ہوئے بھی اس پر عمل نہ کرے۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے فون کرکے کہا کہ آج میں نے آپ کا تصور کرتے ہوئے اللہ پاک سے پوچھا کہ یہ شخص دعا میں اتنا کیوں روتا ہے؟ بس یوں سمجھئے کہ اللہ پاک کی طرف سے دل میں بات ڈالی گئی گویا اللہ پاک مجھ سے کہہ رہے ہوں کہ مجھے شکیل کا رونا پسند ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میاں! شکیل کی کیا بات ہے اپنے سامنے رونا تو انہیں ہر ایک کا پسند ہے ہر ایک کے رونے پر انہیں پیار آتا ہے کوئی روکر تو دیکھے۔

تزکیہ کیسے حاصل ہو؟

ایک مرتبہ آپ نے لوناوَلہ کا سفر کیا یہ عاجز بھی آپ کے ہمراہ تھا دورانِ سفر ارشاد

فرمایا: کہ مجھے مدرسہ میں پڑھی ہوئی ایک سمجھدار لڑکی کا فون آیا کہنے لگی کہ میں اپنا تزکیہ کرانا چاہتی ہوں اور صحیح معنوں میں مسلمان بننا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا تم اسی طرح فون کرکے اپنے حالات بتاتی رہا کرو میں انشاء اللہ تعالیٰ اللہ ہی کی دی ہوئی توفیق سے تمہیں تمہارے حالات کے مطابق باتیں بتاتا رہوں گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے کچھ دیر اس کی گفتگو سننے کے بعد اس سے کہا کہ دیکھو باطنی امراض کا تعلق عموماً تین اعضاء سے ہوتا ہے۔

۱۔آنکھ ۲۔زبان ۳۔اوردل

زیادہ تر روحانی امراض انہیں تین اعضاء سے متعلق ہیں۔

دلی امراض عموماً دو وجہوں سے لاحق ہوتے ہیں۔

۱۔ یا تو آدمی نہایت ذہین ہو۔

۲۔ یا پھر پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی طرف سے بغض، کینہ یا حسد دل میں رکھتا ہو۔ اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا کیا تمہاری ساس اور نندیں بھی ہیں؟ اس نے کہا کہ ابھی میرا نکاح نہیں ہوا میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہوں۔ میں نے کہا تب تو انشاء اللہ تم دلی امراض سے محفوظ ہوگی، صرف آنکھ اور زبان کا صحیح استعمال کرو۔

زبان کا صحیح استعمال یہ ہے کہ بلا سوچے کلام نہ کرو، بات کرنے سے پہلے سوچ لیا کرو کہ اس بات کی کس حد تک ضرورت ہے اور نہ کہنے سے کیا نقصان ہے؟ اگر نہ کہنے میں کوئی دینی یا دنیوی نقصان ہو تب تو کہو ورنہ نہیں۔

اور نگاہ کی حفاظت اور اس کے صحیح استعمال کے لئے ضروری ہے کہ بلا کسی شدید ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو نگاہ کی حفاظت خود بخود ہوگی۔ اور اگر کبھی کسی ضرورت کے

تحت نکلنا بھی پڑے تو نگاہ نیچی رکھ کر چلو، نگاہ اٹھانے سے پہلے بھی سوچا کرو کہ کیا دیکھنا ہے
اور کیوں دیکھنا ہے؟ جب اس طرح آنکھ اور زبان کی حفاظت کروگی تو انشاء اللہ بہت جلد
باطن کا تزکیہ ہوجائے گا اور وصول الی اللہ کی نعمت نصیب ہوجائے گی۔

کوئی چیز بیکار نہیں

ارشاد فرمایا: کہ ہم نے بڑوں سے سنا ہے کہ اللہ پاک نے کسی چیز کو بے کار پیدا
نہیں فرمایا ہر چیز کا صحیح استعمال آدمی کو نفع دیتا ہے اور اس کا غلط استعمال آدمی کو نقصان
پہنچاتا ہے۔ مثال کے طور پر چھری کو لے لیجئے کہ یہ ہمارے بہت کام آتی ہے اس سے ہم
اپنی ضرورت کی بہت ساری چیزیں کاٹتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اسی چھری کا غلط استعمال کریں
مثلاً کسی کو ماردیں تو نقصان اٹھائیں گے سزا ہوگی جیل جائیں گے۔ اسی طرح اللہ پاک نے
ہمارے اندر کچھ جذبات بنائے ہیں یہ بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں انہیں جذبات میں ایک
غصہ کا جذبہ بھی ہے اس غصہ کے جذبہ کا صحیح استعمال پسندیدہ اور غلط استعمال ناپسندیدہ ہے۔

دنیا کیسی اور دین کیسا؟

اسی طرح اللہ پاک نے ہر آدمی کے دل میں چاہت اور پسند کا ایک جذبہ بنایا ہے
کہ اسے اچھی چیز پسند آتی ہے۔ ہمارے اندر بھی یہ جذبہ موجود ہے ہم بھی اچھی چیزوں
کو پسند کرتے ہیں کہ ہمارا گھر اچھا ہو، آفس اچھی ہو، گاڑی اچھی ہو، بیوی اچھی ہو، کپڑا
اچھا ہو، گھڑی اچھی ہو وغیرہ۔ کوئی صحیح العقل اور سلیم الفطرت آدمی آپ کو ایسا نہیں ملے گا
جسے خراب چیز پسند ہو۔ ہم اپنے اس پسند کے جذبہ کو دنیوی چیزوں میں بہت استعمال
کرتے ہیں ہر جگہ اور ہر فیلڈ میں اچھی چیز پسند کرتے ہیں اور جس کسی فیلڈ میں ناتجربہ کاری

کی وجہ سے ہمیں اپنی پسند پر اعتماد نہیں ہوتا تو ہم اس فیلڈ کے ماہرین سے مشورہ کرتے
ہیں اور ان کی پسند پوچھتے ہیں۔ مثلاً اگر ہمیں اس مسجد کیلئے ماربل خریدنا ہو اور ہمیں ماربل کی
معلومات نہ ہو تو پھر ہم کسی ماربل کے ماہر سے مشورہ کرتے ہیں، اس کے مشورہ اور اس کی پسند
پر اعتماد کرتے ہیں۔ الغرض ہر معاملہ میں ہم اپنی پسند والے اس جذبہ کا بڑا خیال رکھتے ہیں
اور اگر اپنی پسند پر اعتماد نہیں ہوتا تو کسی ماہر کی پسند پر اعتماد کرتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ ہم اس پسند کے جذبہ کا دنیوی چیزوں میں تو بہت خیال رکھتے ہیں
لیکن دینی امور میں اس جذبہ کا بالکل خیال نہیں رکھتے کہ ہم یہ دینی امر کیوں انجام دے
رہے ہیں؟ اس سے کیا چاہتے ہیں؟ یا یہ کہ ہمارا یہ دینی امر کس طرح اچھا ہو۔ مثلاً روزہ
کو لے لیجئے کہ ہم روزہ تو رکھتے ہیں لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارا یہ روزہ اچھا کیسے
ہو جو ہمیں بھی پسند ہو، اللہ والوں کو بھی پسند ہو اور اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہو، اسی
طرح نماز کو دیکھ لیجئے کہ ہم نماز تو پڑھتے ہیں لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ ہماری نماز کس
طرح اچھی ہوجائے جو اللہ پاک کو پسند ہو اور جس پر انہیں پیار آجائے اور ہماری
مغفرت اور نجات کا ذریعہ بن جائے۔

میرے دوستو! ہم خود جانتے ہیں کہ ہماری نماز اچھی نہیں ہے جو نماز ہمیں اچھی نہیں
لگتی اور ہمیں پسند نہیں ہے بھلا وہ نماز اللہ پاک کو کس طرح پسند آئے گی؟ ایسے ہی ہم روزہ
کے بارے میں سوچیں کہ ہمیں صرف روزہ رکھنا نہیں ہے بلکہ ایسا روزہ رکھنا ہے جو اللہ کو
پسند آجائے جس کے بدلہ میں ہمیں اللہ پاک مل جائیں۔ یاد رکھو! اللہ پاک کو وہ روزہ پسند
ہے جو پھٹا ہوا نہ ہو۔ جب بندہ روزہ رکھ کر گناہ کرتا ہے تو اس کا روزہ پھٹ جاتا ہے اور پھٹا ہوا

روزہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور نہ اس کے ذریعہ اللہ کا قرب اور تعلق ملتا ہے۔ جب پھٹے نوٹ سے ہماری دنیا کی ادنیٰ اور معمولی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو اس پھٹے روزہ سے آخرت کی اتنی بڑی ضرورت اور نعمت یعنی جنت کیسے حاصل ہوگی اور ایسے روزہ سے اللہ پاک کی ذات کیونکر مل جائے گی۔ لہٰذا گناہوں سے بچنے کا اور خاص طور سے روزہ کی حالت میں بچنے کا تو بہت ہی اہتمام کرنا چاہئے۔ کیونکہ معاصی کے ارتکاب سے اللہ پاک ناراض ہوجاتے ہیں اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری سے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ کو خوش کرنا ہی اللہ سے قریب ہونا ہے اور اللہ کو ناراض کرنا ہی اللہ سے دور ہوجانا ہے۔

اس لئے میرے دوستو! یہ طے کرلیں کہ اب دینی اعمال عادۃً انجام دینے کے بجائے ہم اپنی پسند کے اس جذبہ کو اس میں استعمال کریں گے کہ کس طرح ہمارے یہ اعمال اچھے بن جائیں جن پر اللہ پاک کو پیار آجائے۔ یاد رکھو! جب تک اس پسند والے جذبہ کو دینی اعمال میں نہیں برتیں گے اس وقت تک یہ دینی اعمال اچھے نہیں بنیں گے۔

علم کے ساتھ اعمال بڑھانے کی ضرورت

ارشاد فرمایا: کہ پہلے پہل جب ہم جماعت میں جایا کرتے تھے تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ عشاء کی سترہ رکعتیں ہیں ہم سترہ ہی پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جوں جوں علم بڑھا تو سترہ کے بجائے گیارہ پڑھنے لگے اور علم بڑھا تو ۹ رہی پر اکتفا کرلیا۔

دوستو! ہم میں اور اللہ والوں میں یہی فرق ہے کہ ہمارا علم بڑھتا ہے تو ہمارے اعمال گھٹتے ہیں اور ان کا علم بڑھتا ہے تو ان کے اعمال بڑھتے ہیں۔

رمضان سے قبل رمضان کی تیاری

ارشاد فرمایا: کہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری رجب ہی سے شروع کردیا کرتے تھے اور رجب ہی سے رمضان کو پانے کی دعا بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔ کہ یا اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو رمضان کے استقبال کی تیاری دو مہینہ قبل شروع کردینی چاہئے جیسا کہ خود آپ ﷺ کا معمول روایات میں منقول ہے کہ آپ رجب ہی سے رمضان کے لئے کمر کس لیتے تھے اور نفلی عبادات کی مقدار بڑھا دیا کرتے تھے۔ نیز اس دعا میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ خود اللہ رب العزت کی منشا بھی یہی ہے کہ میرے بندے رمضان کے مقدس مہینہ کی تیاری دو ماہ قبل ہی شروع کردیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے حضرت نبی پاک ﷺ کی زبانی اپنے بندوں کو اس دعا کی تلقین رجب کے مہینہ ہی سے کردی کہ تم بھی میرے محبوب کی اتباع میں رجب ہی سے اس دعا کا ورد شروع کردو، ساتھ ہی عملاً اس مہینہ کی تیاری کا اہتمام بھی شروع کردو۔ اسی لئے اللہ والے دو مہینے قبل ہی سے نوافل کی اور روزوں کی کثرت کرکے نفس کو پچھاڑنا شروع کردیتے ہیں تاکہ رمضان کا استقبال پوری روحانی قوت کے ساتھ کیا جاسکے۔

نفس اور شیطان کس طرح دھوکہ دیتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: کہ نفس اور شیطان یہ دونوں ہی انسان کے دشمن ہیں اور دونوں انسان کو دھوکہ دینے اور گناہ میں مبتلا کرنے کا کام کرتے ہیں لیکن دونوں کے کام کرنے اور دھوکہ

دینے کا طریقہ الگ الگ ہے۔ شیطان کے دھوکہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دھوکہ دینے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے نت نئے طریقے اور نئے نئے پیٹرن (Pattern) استعمال کرتا ہے مثلاً بدنگاہی کا موقع آیا اور کوئی لڑکی آتی دکھائی دی تو یہ کہتا ہے کہ اسے دیکھ لے بہت خوبصورت ہے۔ اب اگر یہ بندہ اپنے نفس پر کنٹرول کرتے ہوئے اسے نہیں دیکھتا اور اس کے دھوکہ میں نہیں آتا تو وہ فوراً اپنا پینترا بدل کر دوسری دکھاتا ہے کہ اچھا اسے دیکھ لے۔ یہ بندہ اسے بھی نہیں دیکھتا تو فوراً تیسری دکھاتا ہے کہ اچھا اسے تو دیکھ لے یہ تو بہت ہی خوبصورت ہے غرضیکہ وہ نئے نئے طریقے اور پینترے بدلتا رہتا ہے کہ کسی طرح یہ دھوکہ کھا جائے اور میرے جال میں پھنس جائے۔ اس کے برخلاف نفس ایک ہی طریقہ کو اور ایک ہی چیز کو روزانہ اور بار بار ریپیٹ (Repeat) کرتا رہتا ہے۔

ایک مثال

اسے ایک مثال سے سمجھئے مثلاً اس رمضان کے مہینہ میں جب ہمیں گھر والی سحری کیلئے اٹھاتی ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ ابھی کتنا ٹائم ہوا؟ وہ کہتی ہے سوا چار بجے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ابھی تو ایک گھنٹہ باقی ہے تھوڑی دیر سولوں۔ وہ پھر آکر اٹھاتی ہے ہم پھر پوچھتے ہیں کہ کتنا ٹائم ہوا؟ وہ کہتی ہے کہ اب تو اُٹھ جائیے ساڑھے چار بج گئے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ابھی تو بہت وقت باقی ہے کچھ دیر اور سولوں۔ تو ہم جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی بہت وقت باقی ہے کچھ دیر اور سولوں یہ درحقیقت ہم اپنے نفس کی زبان بول رہے ہیں وہ اندر سے ہماری تشکیل کررہا ہے کہ ابھی تو صبح صادق میں بہت وقت باقی ہے کچھ دیر اور آرام کرلو چنانچہ ہم اس کی بات مان جاتے ہیں ہماری یہ ذہن سازی اور تشکیل وہ روزانہ ہی

کرتا ہے۔ رمضان میں سحری کے وقت کرتا ہے تو غیر رمضان میں فجر کے وقت کرتا ہے۔ فجر کی اذان عموماً مسجدوں میں جماعت سے تقریباً آدھا گھنٹہ قبل ہوتی ہے جبکہ دوسری نمازوں میں اذان اور جماعت کے درمیان پندرہ سے بیس منٹ کا وقفہ ہوتا ہے۔ جب فجر کی اذان ہوتی ہے تو اندر سے ہمارا نفس کہتا ہے کہ ابھی تو جماعت میں آدھا گھنٹہ باقی ہے، استنجاء وضو اور دو رکعت سنت پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگتے ہیں لہٰذا بیس منٹ اور سولو۔ یہ جو بیس منٹ سونے کی آواز اندر سے آتی ہے وہ درحقیقت نفس کی آواز ہوتی ہے وہ روزانہ فجر کی اذان کے وقت یہ بات ریپیٹ کرتا ہے۔ اگر کسی روز ہم نے اس کی بات نہیں مانی اور ہمت کرکے اٹھ کھڑے ہوئے تب بھی وہ ہمت نہیں ہارتا کہ آج اس نے میری بات نہیں مانی اور میرے دھوکہ میں نہیں آیا لہٰذا اب کل سے اسے یہ بات نہ کہو وہ آج ہارنے اور مات کھانے کے باوجود دوسری صبح فجر کی اذان کے وقت پھر وہی مضمون دہراتا ہے۔

ہم کیوں ہار مانیں؟

میرے دوستو! ہمارا نفس ہم سے ہار جانے کے باوجود ہار نہیں مانتا پھر اسی راستہ سے دوبارہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو ہم اتنے کمزور کیسے ہوگئے کہ اس کے سامنے ہمت ہار جاتے ہیں اور اس کی باتوں میں آجاتے ہیں، کسی دن اس کو پچھاڑنے کا ارادہ تک نہیں کرتے کہ آج اس کی نہیں مانیں گے اور اسے پچھاڑ کر رہیں گے۔ اللہ پاک نے یہ رمضان کا مہینہ ہمیں اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ ہم اس مہینہ میں اپنے دشمنوں پر قابو پالیں اور انہیں مغلوب کردیں اسی لئے دو دشمنوں میں سے ایک یعنی شیطان کو قید کردیا اور دشمن کی

طاقت آدھی کردی اور دوسرے دشمن یعنی نفس کو کمزور کرنے کا سامان سارے دن مختلف شکلوں میں مہیا فرمایا۔سب سے پہلا سامان یہ فراہم کیا کہ اس کو تہجد کے وقت اٹھایا یہ نفس پر پہلی ضرب تھی کیونکہ تہجد کے وقت اٹھنا نفس پر انتہائی شاق گذرتا ہے اسی لئے غیرِ رمضان میں عموماً لوگ اس وقت سوئے پڑے رہتے ہیں اور تہجد کا اہتمام نہیں کرتے۔لیکن اللہ پاک نے رمضان میں سحری کو تہجد ہی کے وقت رکھا اور اسے مسنون بھی قرار دیا کہ اٹھو اور میرے نبی کی سنت ادا کرو۔ رمضان میں سحری کے وقت اٹھنے کا ایک عام ماحول ہوتا ہے۔اگر آدمی سنت کی ادئیگی کی نیت سے نہ بھی اٹھے تو اسے ماحول کی وجہ سے اٹھنا پڑتا ہے ورنہ دن بھر بھوکا رہنے کے خوف سے تو اس وقت اٹھ کر کچھ نہ کچھ کھانا ہی پڑتا ہے۔اس سے نفس پر بہت بوجھ پڑتا ہے اور وہ کمزور ہونا شروع ہوتا ہے پھر دن بھر اسے بھوکا رکھ کر مزید کمزور کردیا اور پھر رات میں تھکی تھکائی حالت کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھوا کر اس کی رہی سہی طاقت کو بھی ختم کر دیا۔

جیسا رمضان گزرے گا ویسا ہی پورا سال گزرے گا

میرے دوستو! جو شخص اس رمضان کے مہینہ کے اندر جس میں ایک دشمن قید ہے اور دوسرا انتہائی کمزور ہے ایسی صورتحال میں بھی اگر اپنے نفس کو نہیں پچھاڑ سکا تو پھر کبھی نہیں پچھاڑ سکتا کیونکہ رمضان کے بعد شیطان بھی آزاد ہوگا اور نفس بھی توانا ہوگا اس وقت ان دو طاقتور دشمنوں کا مقابلہ انتہائی مشکل ہوگا اور جو اس رمضان کے مہینہ میں انہیں پچھاڑ دے گا اور مغلوب کردے گا تو پھر انشاء اللہ قوی امید ہے کہ سارے سال ان پر غالب رہے گا اور ان کے دھوکوں سے محفوظ رہے گا۔

ذکر کس طرح اور تلاوت کس نیت سے کریں؟

ایک مرتبہ ایک شخص نے جو آپ سے اصلاحی تعلق بھی رکھتے ہیں مسجد سے نکلتے وقت آپ سے عرض کیا کہ میرا اخیر عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ ہے۔آپ نے فرمایا بہت اچھا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔پھر ان سے فرمایا کہ دیکھئے مسجد میں نورانی ماحول ہوگا دیگر گناہوں کے مواقع نہیں ہوں گے آپ صرف یہ کیجئے کہ زبان پر قابو رکھئے بس ضرورت کی بات اور ضرورت کی ملاقات ہو، سوچ کر بولنے کا اس قدر اہتمام ہو کہ شام کو قسم کھائی جاسکے کہ آج ایک بھی لایعنی نہیں کی باقی اوقات اعمال میں لگو اس طور پر کہ زبان دل دماغ تینوں اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔

عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ آدمی زبان سے ذکر کرتا ہے لیکن اس کا دل اور دماغ اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا غفلت کے ساتھ ذکر کرتا ہے ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ زبان کے ساتھ ساتھ دل ودماغ بھی اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تب جا کر صحیح معنوں میں تلاوت اور ذکر کا نفع ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت اس ارادہ کے ساتھ کرو کہ اس کے ذریعہ اللہ پاک کی محبت حاصل کرنی ہے جب اس ارادہ کے ساتھ قرآن کی تلاوت کروگے تو انشاء اللہ تلاوتِ قرآن سے اللہ پاک کی محبت حاصل ہوگی۔

شیطان کی چال

ایک مرتبہ اس عاجز نے آپ کو فون کیا اتفاق کہ آپ اس وقت گاڑی میں بیٹھنے جارہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب دے کر معاً فرمایا کہ میں اس وقت گاڑی میں بیٹھ رہا ہوں پہلے سواری کی دعا پڑھ لوں پھر بات کریں گے۔ دعا پڑھ کر آپ نے مجھ سے

فرمایا کہ دیکھو شیطان ایسے ہی موقعوں پر ان چیزوں میں لگا کر دعا سے غافل کر دیتا ہے۔ ایسے ہی موقع پر فون کی گھنٹی بجے گی ایسے ہی موقع پر بچہ رو پڑے گا یہ سب مسنون دعاؤں سے غافل کرنے کے شیطانی حربے ہیں لہٰذا ان مواقع پر بہت چوکنا رہنا چاہئے اور کسی طرح مسنون دعا کے پڑھنے سے غفلت نہ کرنا چاہئے۔

ہر کام پوچھ کر کرنے کی عادت ڈالو

ایک مرتبہ ایک نوجوان عالم نے جو آپ سے اصلاحی تعلق بھی رکھتے ہیں آپ کا جوتا اٹھا کر بغیر جھاڑے آپ کے قدموں کے پاس لا کر رکھ دیا۔ آپ نے پہننے سے قبل ان جوتوں کو پلٹ کر جھاڑا پھر ان سے فرمایا کہ جوتا جھٹک کر پہننا سنت ہے تاکہ کوئی کنکر یا کیڑا وغیرہ اندر ہو تو نکل جائے آپ نے جوتا بغیر جھاڑے ہی لا کر رکھ دیا۔ ارے بھائی اگر کسی چیز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو پوچھ ہی لیا کرو پوچھ لینے میں سبکی کی کیا بات ہے مجھے جس چیز کا علم نہیں ہوتا کیا میں تم علماء کرام سے نہیں پوچھتا؟ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ نہ جاننے کی فکر کرتے ہیں اور نہ پوچھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی بتانے کی بات ہے؟ اسی طرح بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ پانی پی کر گلاس بجائے الٹا رکھنے کے سیدھا رکھ دیتے ہیں اس طرح رکھنے سے اس میں گرد وغیرہ پڑ جانے کا امکان رہتا ہے۔ چونکہ دیکھ کر پینے کی عادت نہیں ہے اس لئے اسی گرد آلود گلاس سے دوبارہ پانی پیتے ہیں حالانکہ طریقہ یہ ہے کہ پانی پی کر گلاس کو بوتل وغیرہ پر الٹا رکھا جائے تاکہ اس میں گرد وغیرہ پڑنے کا امکان نہ رہے۔

نماز سے پہلے ارادہ کریں

ارشاد فرمایا: کہ اللہ پاک سے اپنا معاملہ دل سے صاف رکھنا چاہئے۔ جسم کے ذریعہ مخلوق سے تو اپنا معاملہ صاف رکھا جا سکتا ہے خالق سے نہیں۔ (چونکہ امامت کی ذمہ داری بھی اس عاجز سے متعلق ہے) اس لئے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کوشش کرو کہ ہر نماز سے پہلے پوری طرح ہشاش بشاش رہو اور پوری بشاشت اور دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھاؤ کیونکہ بہت سے لوگوں کی نمازوں کی ذمہ داری تم پر ہے۔ تھکن کے ساتھ یا بوجھ سمجھ کر یا اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی غرض سے نماز نہ پڑھانا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح نماز پڑھا دینے سے ظاہراً نماز تو ہو جائے گی لیکن یہ بات اللہ پاک جانتے ہیں کہ اس نے کس جذبہ کے ساتھ نماز پڑھائی ہے۔ یہ تو ان کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ غفلت اور مذکورہ جذبات کے تحت نماز پڑھنے پڑھا دینے پر بھی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے تمہاری نماز ہو گئی یعنی ذمہ سے ساقط ہو گئی، یہ اور بات ہے کہ وہ درجۂ قبولیت کو پہنچی کہ نہیں یہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن فرض تو بہر حال ساقط کرا دیا۔ حالانکہ اللہ پاک یہ بھی جانتے ہیں کہ اس نے اچھی نماز پڑھنے کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ ہاں اگر اچھی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ارادہ اور کوشش کے باوجود اچھی نہ پڑھ سکا تو اور بات تھی کہ چلو اچھی پڑھنے کا ارادہ تو کیا تھا۔ لیکن اچھی نماز پڑھنے کا ارادہ نہ ہونے کے باوجود کہہ دیا کہ تمہاری نماز ہو گئی کیا یہ ان کی کم مہربانی ہے؟

میاں! جس طرح اللہ پاک ہمیں نباہ رہے ہیں اس طرح تو ہم بھی کسی کو نہیں نباہتے، اگر ہمارا کوئی ملازم اس طرح اپنے کام میں غفلت برتنے لگے اور باوجود سمجھانے کے نہ مانے تو کچھ دنوں میں اس کی چھٹی کر دیتے ہیں لیکن قربان جائیے کریم رب کی مہربانی

پر کہ وہ ہمیں دو چار دن اور دو چار سال سے نہیں بلکہ برسوں سے اسی غفلت والے اعمال
کے ساتھ نباہتے چلے جارہے ہیں۔اس سے قطع نظر کہ یہ غفلت والی نماز درجۂ قبولیت کو پہنچی
کہ نہیں لیکن کم از کم اتنا تو کہہ دیا کہ تمہاری نماز ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے یعنی
ترکِ صلوٰۃ کا گناہ تم پر نہیں ہوگا۔مثلاً ظہر کی بارہ رکعت پڑھی لیکن کسی رکعت میں دل
حاضر نہیں تھا تو اس جسم کی حاضری کی بنیاد پر مخلوق کے سامنے تو فیصلہ کرادیا کہ اس کی نماز
ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے سبھی کہتے ہیں کہ میاں انہوں نے نماز پڑھ لی کسی کو
کیا خبر کہ اس کا دل کسی رکعت میں حاضر نہیں تھا۔اور نماز دل کی حاضری کے بقدر قبول ہوتی
ہے جیسا حضورِ قلب ویسی قبولیت۔اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ پاک سے اپنا معاملہ دل سے
صاف رکھنا چاہئے کہ وہ دل ہی کو دیکھتے ہیں۔

ہر کام کا سلیقہ ہوتا ہے

ایک مرتبہ آپ ایک صاحب کے یہاں مہمان تھے ناشتہ میں میزبان نے آپ
کیلئے آملیٹ بنوایا آپ نے ایک جانب سے آدھا آملیٹ تناول فرما کر بریڈ کے ٹکڑوں
سے آملیٹ کے کناروں کو توڑا، پھر اس عاجز سے فرمایا کہ دیکھو یہ کھانے کا طریقہ ہے کہ
ایک جانب سے کھایا جائے تاکہ مابقیہ حصہ صاف ستھرا رہے جھوٹا نہ ہو۔اور بریڈ کے
ٹکڑوں سے آملیٹ کے کناروں کو توڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بچا ہوا آملیٹ جب گھر میں
واپس جائے اور میزبان کے گھر کی مستورات اسے کھانا چاہیں تو کھاسکیں۔کیونکہ آملیٹ
کے جس حصہ تک میرے ہاتھ لگنے کا امکان تھا میں نے اسے بریڈ سے توڑ لیا لہٰذا اب وہ
استعمال شدہ نہ رہا یہ سب سلیقہ مندی کی باتیں ہیں۔

بڑی اہم دعاء

ارشاد فرمایا: کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ میں
نے اس دعا کے بڑے منافع دیکھے ہیں اور بارہا تجربہ ہوا کہ بھیڑ کے وقت جہاں اس دعا
کو پڑھا فوراً ہی اللہ نے ایسا راستہ پیدا فرمایا کہ عقل حیران رہ گئی۔اور گاڑی سے سفر کے
دوران بھی اس کا خوب مشاہدہ ہوا کہ جب کبھی ہماری گاڑی ٹرافک میں پھنس گئی اور یوں
محسوس ہوا کہ اب کافی دیر اس ٹرافک میں پھنسے رہنا ہوگا اس دعا کی برکت سے فوراً ہی
ٹرافک چھٹنے لگی جہاں بہت دیر تک پھنسے رہنے کا امکان تھا اس دعا کی برکت سے اللہ
پاک نے وہاں سے کچھ ہی دیر میں نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیا۔حالانکہ یہ ٹرافک سے نجات
پانے کی دعا نہیں ہے کہ آپ یہ سمجھنے لگیں کہ آج شکیل بھائی نے ٹرافک سے بچ نکلنے کی دعا
بتلائی ہے اس عنوان سے کتابوں میں آپ کو کہیں یہ دعا نہیں ملے گی بلکہ اس دعا کا تہجد کی
نماز سے قبل دس مرتبہ پڑھنا مسنون ہے لیکن چونکہ اس دعا میں دنیا اور آخرت کی تنگی سے
پناہ مانگی گئی ہے اور ٹرافک میں پھنس جانا بھی ایک قسم کی تنگی میں مبتلا ہونا ہے اس لئے میں
ایسے موقع پر اس دعا کو پڑھتا ہوں پھر اللہ پاک اس کی برکت سے راستہ پیدا فرمادیتے
ہیں۔ آج بھی ٹرین میں اس کا تجربہ ہوا حالانکہ میرا ٹکٹ فرسٹ کلاس کا تھا اور عام طور پر
فرسٹ کلاس میں بھیڑ کم ہوتی ہے لیکن آج فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں بھی یہ حال تھا کہ
لوگ کھڑے ہوئے تھے مجھے بھی جگہ نہیں ملی لیکن چونکہ ایسے مواقع پر اللہ ہی کی دی ہوئی
توفیق سے اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرتا ہوں اس لئے فوراً ہی زبان پر یہ دعا جاری
ہوگئی۔دعا پڑھکر فارغ ہوا اور کنارے بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی جانب دیکھا جس کے بغل

میں اتنی گنجائش تھی کہ اگر وہ از خود جگہ بناتا تو ایک آدمی وہاں بآسانی بیٹھ سکتا تھا۔ اللہ ہی نے
اس کے دل میں بات ڈالی کہ وہ مجھے اپنی جانب دیکھتا ہوا سمجھ گیا کہ یہ بیٹھنا چاہتے ہیں اس
نے جگہ بنائی اور ہاتھ کے اشارہ سے بلا کر مجھے اپنے پاس بٹھایا جبکہ وہاں اور لوگ بھی کھڑے
ہوئے تھے میں وہاں اطمینان سے بیٹھ گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس دعا کی برکت سے
میرے بیٹھنے کا فوری انتظام فرمادیا۔

نوٹ: اس دعا سے متعلق ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ چونکہ اب اس دعا
کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ اس کی برکت سے فوراً ہی راستہ اور جگہ مل جاتی ہے تو سمجھ میں آیا کہ
یقیناً یہ قبولیت کی گھڑی تھی اس لئے اور بھی کچھ دعائیں اس وقت دل ہی دل میں مانگ لیتا
ہوں۔ لہٰذا جب کبھی ایسا ہو تو اس گھڑی کو غنیمت جان کر اپنی دنیا کی دیگر ضروریات کی
چیزیں بھی مانگ لینا چاہئے۔

ٹرین کے سفر کا ایک عجیب فائدہ

ارشاد فرمایا: کہ تنہا چلنے میں عملی مشق کا خوب موقع ملتا ہے آج جب میں ٹرین کے
انتظار میں پلیٹ فارم پر بیٹھا ہوا تھا تو جب کہیں نگاہ اٹھتی میں فوراً اپنے نفس سے سوال کرتا
کہ تو دوسروں کو تو کہتا ہے کہ بلا ارادہ نگاہ نہ اٹھاؤ سوچ کر نگاہ اٹھاؤ کہ کیا دیکھنا ہے اور
کیوں دیکھنا ہے؟ بتا تو نے کس ارادہ سے نگاہ اٹھائی تھی؟ لہٰذا پھر نگاہ نیچی کر لیتا اور پڑھنے
میں مشغول ہو جاتا۔ اور تنہائی میں اس مراقبہ کا بھی خوب استحضار رہتا ہے اور لطف بھی
ملتا ہے کہ اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں اور میرے ساتھ ہیں۔ لہٰذا اگر صحت اور قوت ساتھ
دے تو میں اب بھی تنہا ٹرین سے سفر کروں کہ اس میں خوب پڑھنا بھی ہوتا ہے اور غور و فکر

کا بھی خوب موقع ملتا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک ساعت کی غور و فکر سو سال کی بے ریا
عبادت سے بہتر ہے۔ اپنی گاڑی میں چلتے ہوئے تو سگنل بھی دیکھنا پڑتا ہے، راستوں کے
گڈھے بھی دیکھنے پڑتے ہیں، چلانے والے کو رائٹ لیفٹ بھی بتانا پڑتا ہے ٹرین میں یہ
سب جھمیلے نہیں ہوتے یکسوئی ہوتی ہے۔

عمل کی ترغیب دینے کا انداز

ارشاد فرمایا: کہ جب میں اپنے متعلقین سے یوں کہتا ہوں کہ فلاں بزرگ ایسا کیا
کرتے تھے یا میں ایسا کرتا ہوں تو اس کہنے کا منشاء اپنا عمل جتلانا نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ
ہوتا ہے کہ تم بھی ایسا کرو اب بات کا سمجھنا ان کی فہم پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ
بات مجھ سے کہی جا رہی ہے چنانچہ واقعی کچھ ذی فہم ایسے ہوتے ہیں جو اس ارشارہ کو سمجھ
جاتے ہیں اور عمل بھی شروع کر دیتے ہیں لیکن اکثر ناسمجھ ایسے ہوتے ہیں جو یہ سن کر بھی عمل
پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک واقعہ نقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک
روز بہت سے سمجھدار اور دینی فکر رکھنے والے لوگ میرے گھر آئے میں جب اپنے کمرہ
سے نکل کر ان سے ملاقات کرنے کیلئے آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میری چاشت کی
نماز باقی ہے میں دو رکعت پڑھ لوں۔ یہ سننے کے باوجود ان میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا نہ
ہوا سبھی نے کہا ٹھیک ہے آپ پڑھ لیجئے میں نے ان سے پوچھا کیوں تمہیں اس کی
ضرورت نہیں ہے؟ کیا تمہیں روزی کی برکت نہیں چاہئے؟ تب جا کر وہ لوگ کھڑے
ہوئے اور وضو کرنا شروع کیا۔ مرید کو کسی عمل کا براہ راست حکم اس لئے نہیں دیا جاتا کہ
خلاف ورزی کی صورت میں پھر وہ شیخ کی نافرمانی کا مرتکب ہو کر نفع سے محروم

ہوجاتا ہے۔ یہ توشیخ کے حسنِ تربیت اور سلیقہ مندی کی بات ہے کہ وہ اس طرز و انداز سے
کہتے ہیں کہ مرید نہ ماننے کی صورت میں بھی نافرمانی کا مرتکب نہ ہو۔ اسی طرح
سمجھدار باپ اپنی اولاد کو براہِ راست کسی بات کا حکم نہیں کرتا بلکہ جو کام کرانا چاہتا ہے اس
کے متعلق یوں کہتا ہے کہ فلاں کام کر لیتے تو اچھا ہوتا منشاء یہی ہوتا ہے کہ تم یہ کام کرلو۔ اب
یہ بچوں کی فہم پر منحصر ہے کہ وہ اس اشارہ کو سمجھیں کہ والد صاحب ہم سے یہ کام کرانا چاہتے
ہیں یہ تو باپ کی سمجھداری کی بات تھی کہ اس نے براہِ راست اس کام کا حکم نہیں دیا کیونکہ حکم
دینے کی صورت میں اگر بچے انکار کر بیٹھیں تو والد کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے جو کہ
گناہِ کبیرہ ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ اپنی بالغ اولاد کو کسی بات کا حکم کرنے کے بجائے
مذکورہ طرزِ تکلم اختیار کریں تاکہ نہ ماننے کی صورت میں بچے کم از کم ارتکابِ معصیت سے
محفوظ رہیں۔

نماز میں جلدی کیوں؟

ارشاد فرمایا: کہ مسجد میں بہت سے حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو یہ حماقت کرتے
ہیں کہ تسبیح تو بڑے اطمینان سے پڑھتے ہیں لیکن نماز بڑی جلدی جلدی پڑھتے ہیں
حالانکہ نماز کو اطمینان سے اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن جتنے
اطمینان سے تسبیح پڑھتے ہیں اس کے برخلاف اتنی ہی تیزی سے نماز پڑھتے ہیں۔

عقلمند ایسے بھی بنتے ہیں

اب آپ کہیں گے کہ شکیل بھائی! آپ خود کو بہت ہوشیار سمجھتے ہیں جو دوسروں کو
بے وقوف کہہ رہے ہیں۔ تو اس پر ایک واقعہ سن لیجئے کہ کسی نے ایک عقلمند سے پوچھا تھا کہ

تو نے عقلمندی کس سے سیکھی؟ اس نے کہا بیوقوفوں سے۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہا جو کام وہ کرتے
تھے میں سمجھ جاتا تھا کہ یہ حماقت والا کام ہے اسے نہ کرنا چاہئے لہٰذا میں اس کام کو چھوڑ دیتا
اس طرح میں نے ان کی تمام حماقتیں ترک کر دیں اور عقلمند ہوگیا۔ وہ تو اس طرح عقلمند
ہوگیا لیکن میں اپنے عقلمند ہونے کا مدعی نہیں ہوں بلکہ میں نے جب ان حضرات کے اس
عمل کو دیکھا کہ جس مہتم بالشان عبادت کو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کا حکم
دیا گیا ہے یہ اسے اتنی ہی تیزی اور جلد بازی کے ساتھ ادا کرتے ہیں جس سے میں سمجھ
گیا کہ یہ حماقت والا کام ہے اسے نہ کرنا چاہئے لہٰذا میں انہیں بے وقوف نہیں کہہ رہا ہوں
بلکہ ان کے اس عمل کو حماقت سے تعبیر کر رہا ہوں۔ چنانچہ ان کا عمل دیکھ کر میں نے یہ
حماقت ترک کردی اور اطمینان سے نماز پڑھنی شروع کردی۔

کتنے دین پر عمل کرے؟

ارشاد فرمایا: کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ کہ آج میں نے
تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دینِ
اسلام کو پسند کرلیا۔ دیکھئے اللہ پاک نے صاف صاف اعلان فرمادیا کہ میں نے تمہارے
لئے اسلام کو پسند کرلیا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اسلام میں
پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ تو ایک طرف اللہ پاک نے بندوں کے حق میں اسلام کو
پسند کیا اور دوسری طرف بندوں سے اس میں پورے طور پر داخل ہونے کا مطالبہ فرمایا۔
اب اس اعلان کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین لے کر آخرت میں

حاضر ہوگا تو وہ دین وہاں قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص چند دینی اعمال کو انجام دے کر بقیہ دین کو چھوڑے رکھے گا تب بھی کافی نہ ہوگا بلکہ اصولاً قابلِ مواخذہ ہوگا۔ عمل تو سارے اسلامی احکام پر اور ساری شریعت پر کرنا ہوگا اور وہ بھی مزاجِ شریعت کے ساتھ کرنا ہوگا۔ اب جو بات میں آگے کہنا چاہتا ہوں اسے کہنے سے قبل ایک مثال دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ آگے کی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔

ایک مثال

یہ مثال بھی اللہ پاک نے ابھی ذہن میں ڈالی کہ اگر کوئی مالدار اور کروڑ پتی آدمی جو بڑے عالیشان فلیٹ میں رہتا ہو وہ اپنے کسی مخصوص آرکٹیکٹ سے کہے کہ میرے فلاں ملازم کیلئے ایک اچھی ڈیزائن کا مکان تیار کرو جو میرے ٹیسٹ کے مطابق ہو۔ اب ظاہری بات ہے کہ عالیشان فلیٹ میں رہنے والے اس کروڑ پتی آدمی کا ٹسٹ بھی عمدہ ہوگا اور اسکا وہ ملازم جو معمولی جھونپڑے میں رہتا ہے اس کا ٹیسٹ بھی اسی کے معیار کا ہوگا۔ جب سیٹھ کے ذوق کے مطابق نہایت عمدہ مکان بن کر تیار ہوگیا تو سیٹھ نے اپنے ملازم سے کہا کہ میں نے تیرے لئے یہ مکان بنوایا ہے اپنے مکان کی چابی لے اور اس میں رہ۔ میں نے یہ مکان اپنے ٹیسٹ کے مطابق بہت عمدہ تیار کرایا ہے۔ اب جب وہ ملازم مکان کی چابی لے کر اندر گیا تو اندر جاتے ہی اس نے مکان میں عیب نکالنے شروع کر دیئے کہ سیٹھ اس کا یہ ڈور (Door) اچھا نہیں ہے، فلاں ڈیزائن اچھی نہیں ہے اور فلاں کلر اچھا نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو آپ کا کیا خیال ہے کہ سیٹھ اس ملازم کی بہت تعریف کرے گا کہ ماشاء اللہ اس کا ذوق کتنا عمدہ ہے کہ ہر چیز کی خامی ٹھیک ٹھیک بتا رہا ہے یا پھر

دھکا دے کر گھر سے باہر نکالے گا کہ نالائق گھر سے نکل جا تو اس لائق نہیں ہے کہ تجھے ایسے عالیشان گھر میں رکھا جائے، تو اس گھر میں عیب نکال رہا ہے جسے میں نے اپنے ذوق کے مطابق نہایت نفیس، عمدہ اور بہترین ڈیزائن کے ساتھ تیار کرایا ہے تیرا ذوق نہایت گھٹیا ہے تُو تو جھونپڑے ہی میں ٹھیک تھا۔

اللہ نے ہمارے لئے کیا پسند کیا؟

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس مثال کی روشنی میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت نے جن سے بڑھ کر کسی کا عمدہ ذوق اور اچھی پسند نہیں ہوسکتی انہوں نے ہمارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اسلام کی عملی تفسیر اور نمونہ کے طور پر ہمارے سامنے پیش کر کے اپنی پسند بتلادی ہے کہ میرے نزدیک ان کے جیسی صورت، ان کے جیسا لباس اور ان کے جیسی وضع قطع پسندیدہ ہے۔ اب اگر ہم اسلام میں داخل ہوکر اور ایمان والے ہوکر یوں کہیں کہ ہمیں یہ شرعی بال پسند نہیں ہے، ہمیں یہ شرعی ڈاڑھی پسند نہیں ہے، ہمیں یہ شرعی وضع قطع اچھی نہیں لگتی تو کیا ایک مومن کو یہ کہنا زیب دیتا ہے؟

دوستو! ہم زبان سے تو ایسا نہیں کہتے لیکن اپنے طرزِ عمل سے گویا یہی کہہ رہے ہیں کہ اللہ پاک! اسلام آپ کا ٹیسٹ اور آپ کی پسند تو ہوسکتی ہے لیکن ہمارا ٹیسٹ اور ہماری پسند کچھ الگ ہے پس جس طرح وہ ملازم اعلیٰ ذوق کے ساتھ بنائے گئے فلیٹ میں نقص نکال کر گھر سے نکالے جانے کا مستحق بنا کیا اسی طرح ہم اللہ کے پسند کردہ دینِ اسلام میں سے اپنی پسند کے بعض احکام پر عمل کر کے بقیہ ان تمام احکام کو جو ہماری پسند کے مطابق

نہیں ہیں یعنی جن پر عمل کرنا ہماری طبیعت پر شاق گذرتا ہے انہیں چھوڑتے ہوئے اللہ کے غضب کو دعوت نہیں دے رہے ہیں؟ اپنے اس طرزِ عمل سے گویا ہم یہی کہہ رہے ہیں کہ اللہ پاک! آپ کے یہ احکام آپ کے نزدیک تو پسندیدہ ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ پسندیدہ نہیں ہیں۔

دوستو! کہیں ایسا نہ ہو کہ (اس ملازم کی طرح جسے گھر دے کر چھین لیا گیا) اللہ رب العزت ہم سے بھی یہ ایمان کی نعمت چھین لیں کہ تم اس لائق نہیں ہو کہ ایمان جیسی نعمت تمہارے پاس رہنے دی جائے العیاذ باللہ۔ کیونکہ نعمت ملنے کے بعد جب اس کی ناقدری کی جاتی ہے تو نعمت چھین لی جاتی ہے۔

آخرت کی حسرت

ارشاد فرمایا: کہ ایک مرتبہ سکندر بادشاہ کا گزر مع لاؤلشکر کے بحرِ ظلمات پر ہوا۔ وہاں اس قدر تاریکی تھی کہ اپنا ہاتھ تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ بادشاہ نے اس تاریکی کے عالم میں لشکر میں اعلان کرایا کہ جو شخص اس تاریکی کے اندر ہمارے خزانوں میں سے جس قدر لینا چاہے لے لے۔ جب وہ بحرِ ظلمات عبور کر کے روشنی میں آیا تو دیکھا کہ ایک شخص خالی ہاتھ ہے اور رو رہا ہے۔ اس سے پوچھا تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا حضور! آپ نے اعلان کرایا تھا کہ اس وقت جو شخص میرے خزانوں میں سے جس قدر لینا چاہے لے لے میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ آپ کے اعلان کے باوجود میں کچھ نہیں لے سکا۔ سکندر کچھ دور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں بھرا ہوا تھیلا ہے اور وہ رو رہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں تو بھرا ہوا تھیلا ہے پھر تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ

حضور! اس پر رو رہا ہوں کہ میرے دو ہاتھ تھے میں چاہتا تو دونوں ہاتھوں میں دو تھیلے اٹھا کر لا سکتا تھا لیکن افسوس کہ ایک ہی تھیلا اٹھا کر لا سکا۔ کچھ اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص کے دونوں ہاتھوں میں بھرے ہوئے تھیلے ہیں اور وہ بھی رو رہا ہے۔ اس سے پوچھا تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا حضور! یہ تو روشنی میں آ کر پتہ چلا کہ یہ اس قدر قیمتی خزانہ ہے میں تو اپنی کمر پر بھی لاد کر لا سکتا تھا لیکن نہیں لا سکا اس لئے رو رہا ہوں۔ پھر کچھ آگے چل کر دیکھا کہ ایک شخص کے دونوں ہاتھوں میں تھیلے ہیں اور کمر پر بھی لادے کھڑا ہے پھر بھی رو رہا ہے۔ اس سے پوچھا بھئی تو کیوں روتا ہے تو تو دونوں ہاتھوں کے علاوہ کمر پر بھی لاد کر لایا ہے پھر کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا حضور! اللہ نے مجھے قوت اور طاقت دی تھی میں تو اور بھی لاد کر لا سکتا تھا لیکن نہیں لا سکا اس پر رو رہا ہوں۔

میرے دوستو! قیامت کا دن بھی ایسا ہی دن ہوگا جب آدمی کو وہاں اعمال کی قیمت کا پتہ چلے گا کہ چھوٹے چھوٹے عمل پر اللہ پاک کیا کچھ عطا فرمائیں گے تو اسے وہاں ایسی ہی حسرت ہوگی کہ میرے پاس تو فرصت بھی تھی، قوت و طاقت بھی تھی میں تو بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنی زندگی یونہی فضول کاموں میں ضائع کر دی اور آخرت کے لئے کچھ ذخیرہ نہ کر سکا لیکن اس وقت کی حسرت کچھ کام نہ دے گی۔ آج ہمیں مہلت ملی ہوئی ہے، فرصت بھی ہے، آنکھ بند ہونے تک اللہ پاک نے موقع عنایت فرمایا ہے کہ کچھ اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کر لو۔ لیکن افسوس کہ ہم کو نفس اور شیطان نے خوابِ غفلت میں سلا رکھا ہے، اطمینان دلا رکھا ہے کہ ابھی بہت زندگی پڑی ہے پھر کر لیں گے۔ لیکن میرے دوستو! موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہے کسی گھڑی موت

آسکتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن وہاں کے اجر وثواب اور انعامات کو دیکھ کر ہمیں کفِ افسوس ملنا پڑے کہ کاش عمرِ عزیز کو یونہی ضائع نہ کیا ہوتا۔ دنیا میں رہ کر کچھ کر لیتا تو آج اس کا صلہ ملتا اور یوں حسرت نہ کرنا پڑتی۔

اس لئے میرے دوستو! اب بھی موقع ہے مہلت ملی ہوئی ہے موت سے پہلے پہلے اپنی زندگی کی قدر دانی کر لو اور ساری زندگی رب کی مرضیات کے مطابق گذارنے کا عزمِ مصمم کر لو۔ اللہ پاک مجھے بھی اور آپ حضرات کو بھی ایسی زندگی گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے جو انہیں پسند ہے۔

برکت کیسے ملے؟

ایک مرتبہ پنویل میں ایک صاحب نے اپنی نئی دکان کے افتتاح کے بعد آپ کو اپنی دوکان پر مدعو کیا آپ وہاں تشریف لے گئے دوکان میں پہنچ کر لوگوں سے سلام ومصافحہ کے بعد ارشاد فرمایا: کہ دیکھئے یہ ایک عام دستور ہے کہ جب مسلمان اپنی کسی نئی دوکان کا افتتاح کرتا ہے تو وہ کسی اللہ والے کو بلا کر ان سے دعا کراتا ہے تاکہ اللہ والے کے ہاتھوں افتتاح ہوگا اور دعا ہوگی تو انشاء اللہ کاروبار میں برکت ہوگی۔ میں گرچہ ان میں سے نہیں ہوں لیکن چونکہ آپ نے اسی حسنِ ظن کے ساتھ مجھے بلایا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع کی مناسبت سے ایک واقعہ نقل کردوں۔

میرا ۱۹۹۲ء میں چار مہینہ کی جماعت میں ساؤتھ افریقہ کا سفر ہوا۔ ساؤتھ افریقہ میں باہر سے آئے ہوئے مسلمان خصوصاً ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان کافی خوش حال

ہیں ان کے کافی لمبے چوڑے شوروم ہیں بڑی بڑی تجارتیں ہیں۔ انہی دنوں وہاں ایک بڑا تبلیغی اجتماع بھی تھا جس میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب اور دیگر اکابر بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقع پر وہاں کے ایک بڑے تاجر نے اپنے ایک نئے شوروم کا افتتاح کیا اور تمام اکابر کو اپنے یہاں جمع کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا سعید احمد خانصاحبؒ نے جو بات ارشاد فرمائی مجھے دراصل اس کا خلاصہ یہاں نقل کرنا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ’’اگر کوئی مسلمان حدودِ شرع کی رعایت کے ساتھ جائز اور حلال کاروبار کرتا ہے تو وہ گرچہ کسی اللہ والے کو اپنے یہاں بلا کر دعا نہ کرائے لیکن برکت خود بخود اس کے یہاں چلی آئے گی اور اگر کوئی ناجائز اور حرام کاروبار کرتا ہے یا کاروبار تو حلال اشیاء کا کرتا ہے لیکن حدودِ شرع کی رعایت نہیں کرتا تو وہ چاہے دنیا کے سارے بزرگوں کو اپنے یہاں بلا کر دعا کرالے لیکن اس کے یہاں برکت نہیں ہوسکتی وہ بہت کما کر بھی ہمیشہ پریشان ہی رہے گا‘‘۔

پھر آپ نے صاحبِ دوکان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ شریعت کی رعایت کے ساتھ کاروبار کرو خواہ نفع کتنا ہی کم ملے انشاء اللہ اس میں خیر اور برکت ہوگی اور خلافِ شرع کرنے پر خواہ کتنا ہی نفع نظر آتا ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ زیادتی حقیقت میں زیادتی نہ ہوگی بلکہ نظر کا دھوکہ ہوگا اس میں برکت بالکل نہ ہوگی بلکہ جس راستہ کو آیا ہے اسی راستہ سے نکل جائے گا۔ اس بات پر عمل کرنے سے انشاء اللہ کبھی پریشان نہیں ہوگے ہمیشہ راحت میں رہوگے۔ ابھی ایک صاحب نے ایک معاملہ کیا جس میں انہیں پچاس ہزار کا نفع ہو رہا تھا اور قانونی نقطۂ نظر سے درست بھی تھا لیکن شرعاً گنجائش نہ تھی۔ انہوں نے میرے سامنے

یہ صورتحال رکھی۔ میں نے ان سے کہا کہ پچاس ہزار لے لینے سے بظاہر پچاس ہزار تو مل جائیں گے لیکن اللہ پاک ناراض ہوجائیں گے اور چھوڑ دینے سے بظاہر تو نقصان ہوگا لیکن اللہ پاک خوش ہوجائیں گے اب دونوں صورتیں تمہارے سامنے ہیں جسے چاہو اختیار کرلو لیکن سن لو کہ مقدر کی روزی کہیں نہیں جاتی وہ ہر حال میں مل کر رہتی ہے۔ چنانچہ یہ سن کر انہوں نے وہ پچاس ہزار چھوڑ دیئے اب دیکھئے کہ انہوں نے یہ پچاس ہزار اللہ کی رضا اور اس کے خوف ہی کی وجہ سے تو چھوڑے تھے کہ لے لینے سے میرا رب ناراض ہوگا۔ کیا اللہ پاک ان کے اس عمل کو رائیگاں جانے دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ روزی تو مقدر ہوچکی ہے آدمی جائز طریقہ پر اسے حاصل کرلے یا ناجائز طریقہ پر۔ جائز اور حلال ذرائع اختیار کرنے سے مقدر کم نہیں ہوتا اور ناجائز اور حرام ذرائع اختیار کرنے سے مقدر بڑھ نہیں جاتا۔ ملے گا اتنا ہی جتنا کہ مقدر ہوچکا ہے۔

کچھ دنوں بعد ان صاحب نے ایک دوسرا سودا کیا اپنی کوئی زمین بیچنی چاہی جو تیرہ لاکھ نفع کے ساتھ بک رہی تھی لیکن کسی نے ان سے کہا کہ ابھی یہ زمین مت بیچو کچھ دنوں کے انتظار کے بعد یہ زمین مزید نفع کے ساتھ بکے گی۔ چنانچہ انہوں نے انتظار کیا کچھ عرصہ کے بعد اس علاقہ کی زمین کی قیمتیں واقعۃً بہت بڑھ گئیں اب جب انہوں نے بیچا تو جو زمین تیرہ لاکھ نفع کے ساتھ بک رہی تھی اللہ پاک نے اسی زمین کو ۴۲/لاکھ کے نفع کے ساتھ بکوایا

۔

دیکھئے وہاں پچاس ہزار اللہ کے خوف سے چھوڑا تھا اللہ نے اس عمل کو ضائع نہیں کیا بلکہ اس کا صلہ یہ دیا کہ پچاس ہزار کی جگہ تقریباً ۲۹/لاکھ روپے مزید عطا فرمائے۔ شریعت

کو اپنانے پر اس وقت بظاہر پچاس ہزار کا نقصان نظر آرہا تھا لیکن اللہ پاک نے اس نقصان کی تلافی ۲۹/لاکھ نفع دے کر کردی۔

اس کے علاوہ ایک بات کا اور خیال رکھو جو بہت ہی اہم ہے کہ علماء سے کاروباری مسائل پوچھتے ہوئے کام کرو۔ جب کبھی کاروبار میں کوئی ایسی نئی شکل سامنے آئے جس کے متعلق شرعی مسئلہ معلوم نہ ہو تو فوراً کسی مفتی سے رجوع کرکے اس کے متعلق دریافت کرلو۔ اس طرح جب کاروباری مسائل پوچھتے رہنے کی عادت ہوگی تو انشاء اللہ حرام اور مشتبہ آمدنی سے محفوظ رہوگے۔

ساتھ ہی دعا کا بھی خوب اہتمام کرو کہ یا اللہ! اس کاروبار میں ہمیں حلال اور برکت والی روزی عطا فرمایئے اور مال کے صحیح استعمال کی توفیق دیجئے۔

دین ہر جگہ کام آئے گا

ایک مرتبہ یہ عاجز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے سے گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، غالباً اس گفتگو کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر مجھے دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ جس کسی نے دنیا کیلئے محنت کی اور محنت کرکے خوب دنیا جمع کرلی بالآخر ایک دن اس سے دنیا چھوٹ ہی گئی اور جس کسی نے دین کو اپنایا اور اس کے لئے محنت کی تو یہ دین دنیا میں بھی اس کے کام آیا اور آخرت میں تو یقیناً اس کے کام آئے گا۔ پھر بھی ہم کتنے بے وقوف ہیں کہ دین کو چھوڑ کر دنیا ہی کے لئے مٹے جاتے ہیں۔

اندازِ تربیت

ایک مرتبہ آپ ایک صاحب کے زیر تعمیر کمرہ کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے

کمرہ کی ایک دیوار پر کتابوں کی الماری بنانے کی تجویز ہو رہی تھی جس کے عقبی حصہ میں بیت الخلاء تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کسی مفتی سے معلوم کرنا چاہئے کہ کیا ایسی دیوار پر کتابوں کی الماری بنانے کی گنجائش ہے جس کے عقبی حصہ میں بیت الخلاء ہو؟ یہ سنتے ہی صاحبِ خانہ نے مفتی صاحب کو فون کر کے مسئلہ معلوم کیا۔ مفتی صاحب نے شرعاً اجازت بتلائی۔ جب انہوں نے مفتی صاحب کا ارشاد آپ سے نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات مجھے پہلے سے معلوم تھی خود میرے گھر میں اس طرح کی الماری بنی ہوئی ہے۔ میں یہ بات اپنے لئے معلوم کروانا نہیں چاہتا تھا بلکہ میرا منشاء یہ تھا کہ تم لوگ مفتی سے مسئلہ پوچھنے کی عادت ڈالو، جب کبھی کوئی ایسی بات پیش آجائے جس کے متعلق شرعی حکم معلوم نہ ہو تو فوراً کسی مفتی سے رجوع کرو۔ (دیکھئے کیا خوب اندازِ تربیت ہے)

مسلمان کو طلوع و غروبِ آفتاب وغیرہ اوقات کا علم رکھنا چاہئے

ارشاد فرمایا: کہ میں کبھی کبھی کسی سے طلوع، غروب یا زوال کے اوقات معلوم کرتا ہوں تو اس کا منشاء دریافت کرنا نہیں ہوتا کہ مجھے معلوم نہیں ہے آپ بتادیجئے، میں الحمد للہ روزانہ کیلنڈر میں صبح صادق ،طلوع، زوال اور غروبِ آفتاب کے اوقات دیکھا کرتا ہوں۔ بلکہ پوچھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تم بھی ان کے اوقات روزانہ دیکھنے کا اہتمام رکھو یہ معلوم رکھنے کی چیز ہے۔ کہیں مسلمان بھی ان اوقات کے علم سے بے خبر ہوتا ہے؟ کیونکہ ان اوقاتِ مذکورہ پر حضرت نبی پاک ﷺ سے کچھ دعائیں منقول ہیں ان دعاؤں کا اہتمام وہی کرسکتا ہے جو ان اوقاتِ مذکورہ کا علم رکھے گا۔ علم نہ رکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی زندگی میں ان دعاؤں کا اہتمام نہیں ہے۔ بھلا مسلمان

نہیں تو کیا غیر مسلم ان اوقات کے جاننے کا اہتمام کریں گے؟

جمعہ کی آخری ساعتیں

بارہا آپ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ جمعہ کی آخری ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں لہذا اس وقت اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور دعا میں لگنا چاہئے۔ اور اگر مشغولی کے سبب اپنے آپ کو فارغ کرنا اور یکسوئی کے ساتھ کہیں بیٹھ کر دعا مانگنا ممکن نہ ہو تو کم از کم حضرت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا جہاں ہو اور جس حال میں ہو مانگ لے: **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔** چنانچہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز غروب سے کچھ دیر قبل ایک صاحب کا آپ کے موبائیل پر فون آیا۔ آپ نے فون ریسیو کر کے سلام دعا کے بعد ان سے فرمایا کہ بھائی! اس وقت مجھے نہیں بلکہ اللہ کو فون لگانے کا وقت ہے اب اگر آپ جیسے داعی حضرات بھی ایسے قیمتی وقت سے غفلت برتیں تو پھر کسے سمجھایا جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے فون منقطع کردیا۔

دین کا کام کس نیت سے کرے؟

ایک مرتبہ اس عاجز کو بطورِ خاص مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کہ دیکھو ایک ہے دین کا کام اللہ کیلئے کرنا اور ایک ہے دین کا کام پیسوں کے لئے کرنا۔ جب آدمی دین کا کام پیسوں کیلئے کرتا ہے تو پھر کام سے جی چراتا ہے کہ یہ میرا کام نہیں ہے اور یہ میری ذمہ داری نہیں ہے اور جب اللہ کے لئے کرتا ہے تو پھر سب کام کرنے کیلئے تیار رہتا ہے۔

اور یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جس نے دنیا کو مقصد بنا کر دین کا کام کیا تو اس کے پاس دنیا تو آئی لیکن جتنی آئی کم ہی نظر آئی اور وہ ہمیشہ پریشان رہا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے دین کا کام کیا تو اس کے پاس جتنی دنیا آئی برکتوں کے ساتھ آئی اور وہ اس پر خوش اور مطمئن رہا۔ لیکن لوگ یہ بات سمجھتے نہیں ہیں جس دن یہ بات کسی کے سمجھ میں آجائی گی اس دن وہ سب کچھ چھوڑ کر دین کو اپنا لے گا۔

اللہ تعالیٰ سے کیا مانگیں؟

ایک مرتبہ آپ کو ایک عالم کا فون آیا جو آپ ہی کی تشکیل پر یک سالہ جماعت میں چل رہے تھے۔ انہوں نے فون پر اپنے کچھ احوال آپ سے بیان کئے جس کے متعلق آپ نے انہیں کچھ ہدایات دیں، بعد ازاں آپ نے دعا کے کچھ اہم اور قیمتی مضامین بھی انہیں بتلائے جسے یہ عاجز قریب بیٹھا سن رہا تھا مضامین کی افادیت کے پیشِ نظر عاجز نے انہیں قلمبند کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا! اب جو بقیہ دس بارہ روز رہ گئے ہیں ان میں آپ خوب دعا کا اہتمام کیجئے اور اللہ کے در پر پڑ کر اللہ کو مانگ لیجئے اور کہئے کہ یا اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں ایک سال سے در در بھٹک رہا ہوں، آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا یہ بھٹکنا دنیا کمانے کے لئے نہیں ہے بلکہ میں تو آپ کو پانے کیلئے بھٹک رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ کو پانے کیلئے جیسی سعی اور کوشش کرنی چاہئے تھی میں ویسی سعی اور کوشش نہ کر سکا۔ لیکن یا اللہ! آپ تو ایسے کریم ہیں کہ بندوں کے ٹوٹے پھوٹے اعمال اور ان کی ٹوٹی پھوٹی کوششیں بھی قبول فرما لیا کرتے ہیں بلکہ ایسے داتا ہیں کہ نہ کرنے پر اور بعض دفعہ تو نافرمانی پر بھی اپنے فضل سے نواز دیتے ہیں۔ آپ جیسی شان والا کوئی نہیں

ہے آپ اپنے فضل اور اپنی مہربانی سے میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کر دیجئے۔ اے مالک! اگر کچھ کر کے لینے والے ہوتے تو کریم کے در پر یوں ہاتھ نہ پھیلاتے، کرنے کے بعد دینا تو ضابطہ کا معاملہ ہے کہ تو نے کیا تھا اس لئے دے رہا ہوں ایسا تو دنیا کے سخی بھی کیا کرتے ہیں۔ لیکن آپ تو سب سخیوں سے بڑے سخی ہیں آپ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ضابطہ کا نہیں بلکہ اپنے فضل کا معاملہ کر دیجئے اور اپنی مہربانی سے ہمیں مل جایئے۔ اے مالک! بہت دنوں سے آپ کو پانے کی جستجو میں لگا ہوا ہوں آپ میری اس ٹوٹی پھوٹی کوشش کو رائیگاں نہ کیجئے اور مجھے مل جایئے۔ یا اللہ مل جایئے نا۔ یا اللہ مل جایئے نا۔ اس طرح گڑ گڑا کر اور بچوں کی طرح بلک بلک کر اللہ سے اللہ کو مانگئے وہ مانگنے والوں کے سوال کو کبھی رد نہیں کرتا دے ہی دیا کرتا ہے۔

اور اس واقعہ کا بھی واسطہ دیجئے کہ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ اس نے کہا مت پوچھو جب سے آیا ہوں پریشانی میں مبتلا ہوں مسلسل عذاب جھیل رہا ہوں البتہ دوشنبہ کے روز عذاب کو ہلکا کر دیا جاتا ہے اور سر انگشت پانی دیا جاتا ہے۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے دوشنبہ کے دن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت پر باندی کو آزاد کر کے خوشی منائی تھی کہ آج میرے یہاں بھتیجہ پیدا ہوا ہے۔ اے مالک! آپ کے اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن نے بھتیجہ کی نسبت پر خوشی منائی تو اسے جہنم میں بھی آج تک اس کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ اے مالک! ہم آپ کے دشمنوں میں سے نہیں ہیں بلکہ ہم نے آپ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے ہم آپ کے بندے اور آپ ہمارے رب ہیں، ہم نے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا کلمہ بھی

پڑھا ہے۔ اے مالک! گرچہ سے ہم سے آپ کے امتی ہونے کا حق ادا نہیں ہوا اور یہ حق ادا بھی کون کرسکتا ہے لیکن اے مالک! ہمارے ساتھ بہرحال ان کے امتی ہونے کی نسبت لگی ہوئی ہے ہم انہیں کے کہلائے جاتے ہیں۔ جب آپ نے بھتیجہ کی نسبت پر خوشی منانے کی لاج رکھی ہے تو ہماری اس نسبت کی بھی لاج رکھ لیجئے اور ہمیں صحیح معنوں میں اپنا بندہ اور حضرت نبی پاک ﷺ کا امتی بنادیجئے ہمیں اپنا بنا لیجئے اور ہمارے ہوجایئے۔ ہمیں امت کا غم اور درد دیجئے کہ یہاں سے جائیں تو امت کا غم لے کر جائیں اور بقیہ زندگی امت کے درد اور غم کے ساتھ گزرے۔ ہمیں تمام رذائل سے پاک صاف فرما کر تمام اوصافِ محمودہ و مطلوبہ سے مزین فرمادیجئے اور نمونہ کا مسلمان بنا کر لوٹایئے کہ کافر ہمارے پاس آئے تو ایمان لے کر جائے اور ایمان والا آئے تو کامل دینداری اور آپ کی معرفت لے کر جائے۔ مولانا! یہ دعا کے چند مضامین تھے جن کی طرف میں نے کچھ اشارہ کردیا ہے آپ اپنے جملوں میں اس طرح اور بہت سی دعائیں مانگ لیں اور خوب مانگیں۔ پھر فرمایا کہ مولانا! میں خود بہت محتاج ہوں آپ میرے لئے بھی دعا کیجئے کہ اللہ پاک میرا بھی حال درست فرمادیں اور مجھ سے راضی ہوجائیں۔

غلطی پر کیا کرے؟

ایک مرتبہ گفتگو کے دوران میری کسی غلطی کا تذکرہ آیا جس پر میں نے کچھ صفائی دینی چاہی تو آپ مجھ پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ غلطی کے اعتراف کے بجائے اس کی تاویل کرنا گویا نفس کا وکیل بننا ہے یہ بات مجھے بالکل ناپسند ہے۔ آدمی سے غلطی ہوجاتی ہے لیکن غلطی پر صفائی پیش کرنا اور تاویل کرنا بہت برا ہے۔ جو اپنی غلطی پر تاویلیں

کیا کرتے ہیں اول تو میں ایسوں کو قریب نہیں کرتا اور اگر کوئی قریبی تعلق رکھنے والا ایسی حرکت کرتا ہے اور سمجھانے کے باوجود اس پر اصرار کرتا ہے تو میں بہت جلد اس سے دوری اختیار کرلیتا ہوں۔ لہٰذا اگر میرے ساتھ رہتے ہو تو اس کا بہت خیال رکھو اور غلطی کو فوراً ماننے اور قبول کرنے کا مزاج بناؤ۔ غلطی پر تاویلیں کرنے کے بجائے فوراً اسے تسلیم کرلینا یہ تو انبیاء کرام کی صفت ہے۔ دیکھئے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلطی پر تاویل کا دروازہ روزِ اول ہی بند کردیا تھا۔ جب آپ سے گندم کھانے کی غلطی کا صدور ہوا تو آپ نے تاویل کرنے کے بجائے فوراً اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ جب کہ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ آپ کی اس غلطی کا منشاء معاذ اللہ اللہ کی نافرمانی کرنا نہیں تھا بلکہ منشاء خلود فی الجنۃ تھا کہ گندم کھا کر ہمیشہ ہمیش کیلئے جنت میں رہیں اور اللہ کا قرب حاصل رہے۔ اپنی غلطی پر تاویل پیش کرنے والوں کو اسی ایک واقعہ سے سبق لینا چاہئے کہ آدم علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ پروردگار کو میری اس نیت کا علم ہے۔ چنانچہ آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ پروردگار! میرے گندم کھانے کا مقصد معاذ اللہ آپ کی نافرمانی کرنا نہیں تھا بلکہ میں نے اس لئے کھایا تاکہ ہمیشہ کیلئے جنت میں رہوں اور مجھے آپ کا قرب میسر رہے۔ میں آپ سے دور ہونا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے گندم کھالیا۔ لیکن یہ سب کہنے اور صفائی دینے کے بجائے فوراً بارگاہ رب العزت میں سرِ تسلیم خم کردیا اور **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ**۔ کہتے ہوئے معافی مانگنی شروع کردی کہ یا اللہ! واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی آپ اپنے فضل سے مجھے معاف کردیجئے۔

پھر فرمایا کہ اپنی غلطی مان لینے اور جھک جانے سے آدمی کہیں ذلیل تھوڑا ہی

ہوتا ہے بلکہ اپنی غلطی مان لینے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ذلت اختیار کرنے پر اللہ والوں کی نگاہ میں اور خود اللہ کی نگاہ میں بلند مقام ملتا ہے۔

بزرگوں کی ڈانٹ کس لئے؟

اللہ پاک میرے دوست شہاب الدین مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اس کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے تھا۔ دھیرے دھیرے اس پر حضرت کی خصوصی توجہات ہونے لگی تھیں جس کی وجہ سے اس کے کچھ حاسدین بھی ہو گئے تھے۔ جب کبھی مرحوم کو حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تو وہ نادم اور پشیمان ہونے کے بجائے خوشی خوشی مجھ سے نقل کرتا کہ آج حضرت کی طرف سے خوب ڈانٹ پڑی، وہ اسے اپنے اوپر حضرت کی عنایتیں اور شفقتیں سمجھتا تھا۔ اور میاں! اللہ والوں کی ڈانٹ بھی ہر کسی کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔ جن پر ان کی خصوصی نگاہ ہوتی ہے اور جو جو ہر قابل ہوتا ہے اسی پر ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے۔ اور جن کے ساتھ رعایت اور چھوٹ کا معاملہ کیا جاتا ہے ان کی اصلاح بھی کبھی نہیں ہوتی۔

خود حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت تھانویؒ نے جس کسی کے ساتھ نرمی اور رعایت کا معاملہ کیا ان کی اصلاح کبھی نہ ہو سکی۔ اس پر آپ (بابا) نے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے ان کے ساتھ نرمی اور رعایت کا معاملہ کیوں کیا؟ کس نیت سے کیا؟ یہ حضرت جانیں لیکن یہ میرا بھی تجربہ اور مشاہدہ رہا کہ بمبئی کے ایسے بہت سے سیٹھ جن کے یہاں بکثرت اللہ والوں کا آنا جانا رہا لیکن جب ان کے ساتھ رعایت کا معاملہ کیا گیا تو ان کی اصلاح نہیں ہو سکی۔

الغرض میں مرحوم شہاب الدین کا ایک واقعہ نقل کر رہا تھا جو خود اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حاضر ہوتے ہی حضرت مجھ پر خوب خفا ہوئے اور بہت سخت ڈانٹ پڑی۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر حضرت مجھ پر کیوں خفا ہو رہے ہیں، میں اپنی نئی پرانی غلطیاں سوچنے لگا کہ معاذ اللہ مجھ سے ایسی کیا غلطی سرزد ہو گئی جس کی وجہ سے حضرت کو اتنی ناراضگی ہے، لیکن بہت سوچنے کے باوجود مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے فوراً ہی عرض کیا کہ حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اس پر حضرت نے برجستہ دریافت فرمایا کہ اچھا بتاؤ کیا غلطی ہوئی؟ اب میں کیا کہتا کہ مجھے خود اپنی غلطی کا پتہ نہ تھا اس پر مرحوم نے جو جواب دیا مجھے دراصل اس کا وہی جواب سنانا تھا جس کی وجہ سے وہ حضرت کی نگاہوں میں ایسا جچا کہ پھر حضرت کی عنایتیں اور شفقتیں اس پر بڑھتی ہی چلی گئیں۔ مجھے بھی اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اس نے مجھ سے نقل کیا کہ حضرت کے دریافت فرمانے پر مجھے تو اپنی کوئی غلطی سمجھ میں نہ آئی لیکن میں نے فوراً ہی عرض کیا کہ حضرت! میں غلطیوں کے سوا کرتا ہی کیا ہوں۔ مرحوم کے اس جواب پر حضرت بہت خوش ہوئے اور پھر تو مرحوم حضرت کا مقرب ترین بن گیا۔

الغرض یہ قرب جو حاصل ہوا وہ اسی لئے کہ مرحوم تاویل کرنے کے بجائے فوراً غلطی کا اعتراف کر لیا کرتا تھا۔ اسی ادا سے آدمی اللہ والوں کا مقرب بنتا ہے اور جسے اللہ والے اپنا مقرب بنا لیتے ہیں وہ پھر اللہ کا بھی مقرب اور محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ والوں کی یہ ڈانٹ ڈپٹ اپنی کسی ذاتی غرض یا عناد پر مبنی نہیں ہوتی اور نہ وہ یہ سمجھ کر ڈانٹتے ہیں کہ میں اس سے اچھا اور مخاطب مجھ سے کمتر ہے۔ بلکہ ان کی ڈانٹ ڈپٹ مصنوعی ہوتی ہے

جس میں مخاطب کی اصلاح کا پہلو مضمر ہوتا ہے اس ڈانٹ ڈپٹ میں بھی مخاطب کیلئے شفقت ومحبت پنہاں ہوتی ہے۔اسی لئے حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں کسی کو بغرضِ اصلاح ڈانٹتا بھی ہوں تو عین ڈانٹتے وقت بھی میں اسے اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کبھی خیال نہیں آتا کہ مخاطب مجھ سے کمتر ہے۔

قبولیتِ دعاء کا وقت

ایک سلسلۂ گفتگو میں ارشاد فرمایا: کہ اخیر شب میں اٹھنے کا بہت اہتمام کیا کرو کہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دعا میں مشغول ہوا کرو کیونکہ اس وقت خود اللہ پاک کی جانب سے اعلان ہوتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔اس اعلان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ پاک دینا چاہتے ہیں۔لہٰذا اس اعلان کے بعد اب دعا کی قبولیت میں کیا تردد ہے ۔میری طبیعت تو اس وقت دعا ہی کی طرف چلتی ہے اس لئے میں دو چند نفلیں پڑھ کر دعا میں مشغول ہو جاتا ہوں اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی بہت تاکید کرتا ہوں خصوصاً نوجوانوں کو کہ اگر اس عمر میں تہجد کا اہتمام کر لیا گیا تو تازندگی اس پر عمل کرنا آسان ہوگا۔

آخری پہر اٹھنے کی ترتیب

پھر فرمایا کہ اخیر شب میں اٹھنے کیلئے ضروری ہے کہ رات جلد سونے کا معمول بنایا جائے اس سے اخیر شب میں اٹھنے میں آسانی ہوتی ہے۔اب تک میں اپنے دوستوں کو یہی کہا کرتا تھا لیکن تجربہ سے معلوم ہو کہ یہ تدبیر قابو میں نہیں آرہی ہے کیونکہ یہاں بمبئی میں رات دیر گئے تک جاگنا لوگوں کا معمول بن چکا ہے جس کی وجہ سے تہجد کے وقت اٹھنا دشوار ہوتا ہے لہٰذا اب اللہ ہی کی دی ہوئی توفیق سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اب دوستوں کو

رات میں جلد سونے کی ترغیب دینے کے بجائے ان سے کہا جائے کہ اخیر شب میں ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوں۔نیند اور تھکن خواہ کتنی ہی غالب کیوں نہ ہوں لیکن طے کر لیں کہ ہمیں تہجد کے وقت اٹھنا ہے۔لہٰذا اب میں دوستوں کو اسی کی تلقین کر رہا ہوں جس کے کچھ مثبت نتائج بھی سامنے آرہے ہیں کہ اب کچھ باہمت لوگوں کو اس تدبیر پر عمل کرنے کی وجہ سے تہجد کے وقت اٹھنا نصیب ہو جاتا ہے۔جب ہمت کر کے اور نفس پر بوجھ ڈال کر اس وقت اٹھا جائے گا تو از خود رات میں جلد سونے کی فکر ہوگی کہ مجھے سویرے اٹھنا ہے،اس سے رات دیر گئے تک جاگنے کی عادت بھی چھوٹے گی اور آدمی عشاء کے بعد کسی طرح کی لغویات اور فضولیات میں بھی مشغول نہ ہوگا اس تدبیر سے انشاء اللہ خود بخود رات میں جلد سونے کی ترتیب قابو میں آجائے گی۔

مختلف شعبوں سے متعلق دعا مانگنے کی ترتیب

ایک سلسلۂ گفتگو میں اس عاجز کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ اگر تمہیں مشغولی کے سبب ایک ہی وقت میں بیٹھ کر طویل دعا مانگنے کا موقع نہ ملے تو یہ ترتیب بناؤ کہ پنج وقتہ نماز کے بعد مختلف عنوانات کے تحت دعا مانگنا طے کر لو۔مثلاً فجر کی نماز کے بعد اپنے اور گھر والوں کیلئے دنیا کی بھلائیوں سے متعلق دعا مانگا کرو،ظہر کے بعد آخرت کی بھلائیوں سے متعلق دعا مانگا کرو،عصر کے بعد اپنے اساتذہ،مشائخ،دوست احباب،رشتہ دار اور پڑوسیوں کے لیے دعا مانگا کرو،مغرب کے بعد عامۃ المسلمین کیلئے دعا مانگ لیا کرو اور عشاء کی نماز کے بعد اپنی اور پوری امت کی ظاہری،باطنی،جسمانی وروحانی صحت اور دینی ترقیات کا سوال کیا کرو۔اس کے علاوہ بھی اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق مختلف شعبوں

سے متعلق دعائیں مانگی جاسکتی ہیں۔اس ترتیب پر عمل کرنے سے انشاء اللہ روزانہ اپنے
لئے اور پوری امت کے لئے مختلف مضامین کے تحت دعائیں مانگنے کی توفیق مل جائے گی۔

سنت کی برکت

ارشاد فرمایا: کہ جب آدمی سنت کے مطابق عمل کا اہتمام کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے
کہ میرا کوئی عمل خلاف سنت نہ ہونے پائے تو اگر کبھی وہ غفلت کے مارے خلافِ سنت
عمل کی طرف بڑھنے بھی لگتا ہے تو خود اللہ پاک اسے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ تو کہاں
جاتا ہے جب ہر موقعہ پر تونے میرے نبی کے طریقہ کا خیال رکھا ہے تو اس وقت میں تجھے
غافل کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔لہٰذا آدمی کو ہر عمل میں اپنی بساط بھر سنت کا اہتمام کرنا چاہئے کہ
اس کی برکت سے آدمی ہر موقع پر خلافِ سنت کاموں سے بچالیا جاتا ہے۔

دین کس کا نام ہے؟

ارشاد فرمایا: کہ ہم چند مخصوص دینی اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور صدقات
وغیرہ انجام دینے پر مطمئن بیٹھے ہیں اور خیال یہ ہے کہ ماشاء اللہ ہم تو دیندار ہیں۔بیشک
مذکورہ اعمال دینی اعمال ہیں بلکہ اعمالِ دینیہ میں اہم ترین اور مہتم بالشان اعمال کی حیثیت
رکھتے ہیں لیکن یہ سمجھنا کہ سارا دین انہی اعمال میں منحصر ہے انتہائی کم فہمی اور ناسمجھی کی بات
ہے۔کیونکہ یہ تمام اعمال دین کے ایک شعبہ سے متعلق ہیں جسے ہم عبادات کا شعبہ کہتے
ہیں۔اس کے علاوہ دین کے دیگر شعبے بھی ہیں اور ایسے بہت سے دینی اعمال ہیں جو دیگر
دینی شعبوں یعنی اخلاقیات، معاملات اور معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں۔جس طرح
عبادات کے شعبہ کا علم اور اس پر عمل انتہائی ضروری ہے اسی طرح ان مذکورہ شعبوں کا علم

اور ان پر عمل بھی انتہائی ضروری اور ناگزیر ہے۔خود قرآن پاک میں اللہ رب العزت کی
جانب سے اہلِ ایمان سے پورے پورے دین میں داخل ہونے کا مطالبہ ہے۔لیکن
افسوس کہ ہم دین کے ان بقیہ شعبوں کو چھوڑ کر اور ان کی اہمیت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے
صرف عبادات کے شعبہ پر عمل کر لینے سے اپنے کو دیندار سمجھے بیٹھے ہیں جبکہ اس عبادات
کے شعبہ پر بھی ہمارا عمل کس حد تک اور کس درجہ کا ہے وہ ہم خوب جانتے ہیں۔

میرے دوستو! چند مخصوص اعمال کا نام دین نہیں ہے ہمیں اس دھوکہ سے نکل کر
اور اپنی ظاہری دینی سطح پر مطمئن ہوئے بغیر پورا دین سیکھنے اور اسے اپنی زندگی میں لانے
کی فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔ایک دن مرنا ہے اس کے بعد قبر، حشر اور پُل صراط کے کٹھن
مراحل سے گذرنا ہے۔جب پورا دین زندگی میں ہوگا تو اسی وقت آدمی ان کٹھن مراحل
سے بعافیت گذر پائے گا ورنہ تو چنندہ اعمال پر عمل کرتے ہوئے دین کے بہت بڑے
حصہ سے آنکھیں موند کر ان مشکل مراحل سے گذرنا انتہائی دشوار ہوگا الا یہ کہ اللہ پاک ہی
کسی پر اپنا فضل فرمادیں تو اور بات ہے۔پُل صراط جس کے متعلق کتابوں میں لکھا ہوا ہے
کہ یہ پندرہ سو سالہ طویل سفر ہے۔پانچ سو سال تک صرف چڑھائی ہے، پانچ سو سال تک
برابری ہے پھر پانچ سو سال تک نیچے اترنا ہے۔بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز
اور انتہائی تاریک راستہ ہے۔جب تھوڑا سا دین لے کر جائیں گے تو اس کی روشنی بھی بہت
تھوڑی ہوگی۔

میرے دوستو! مدھم اور تھوڑی روشنی میں تو ہموار راستہ عبور کرنا بھی مشکل ہوتا ہے
پھر آخر اس تھوڑے سے دین کی تھوڑی سی روشنی میں اس قدر طویل اور دشوار گذار راستہ

کیسے طے ہوگا؟

عزت کا سامان

ارشاد فرمایا: کہ دین کے اپنانے میں چین، سکون، عزت، دنیا و آخرت کی کامیابی سبھی کچھ رکھی گئی ہے بشرطیکہ آدمی پورے دین کو اپنائے۔ دین اور سنت کو اپنانے پر خود اللہ پاک کی جانب سے محبوبیت کا وعدہ ہے کہ اپنا محبوب بھی بناؤں گا اور لوگوں کے دلوں میں بھی تمہاری محبت ڈال دوں گا۔ اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں کہ جن لوگوں نے دین کو اپنایا اللہ پاک نے عزت اور سرخروئی ان کے قدموں میں ڈال دی اور ان کی ایسی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالی کہ وہ تو دنیا سے چلے گئے لیکن صدیاں گذر جانے کے باوجود آج بھی ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے۔ دیکھئے صحابۂ کرام سے ہمیں کس قدر عقیدت و محبت ہے کہ اگر کوئی ہمارے ماں باپ کو گالی دے تو شاید ہم برداشت بھی کر لیں لیکن اگر کوئی کسی صحابی کو برا بھلا کہدے تو ہم میں سے ہر ایک مرنے کٹنے کو تیار ہو جائے گا یہ ایک طرف جہاں ہمارے ایمان کی علامت ہے وہیں دوسری طرف ہماری صحابۂ کرام سے انتہائی عقیدت و محبت کا بیّن ثبوت بھی ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام کے بعد تابعین اور تبعِ تابعین کی محبت بھی ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ اسی طرح آپ دیکھئے کہ شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت صابر کلیری اور ہمارے بمبئی شہر میں مدفون حضرت مخدوم مہائمی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان تمام اکابر اور اسی طرح دیگر اکابر اور مشائخِ عظام کی محبت ہمارے دلوں میں کس قدر ہے۔ حالانکہ ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا اس کے باوجود ہم ان اللہ والوں سے محبت کرتے ہیں، انہیں اپنے سروں کا

تاج سمجھتے ہیں، ان کی حُرمت و تقدس پر اپنی جان تک دینے کو تیار رہتے ہیں۔ آخر یہ کیا چیز ہے؟ یہ وہی محبوبیت ہے جو دین کو اپنانے پر اللہ پاک نے انہیں عطا فرمائی ہے کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود بھی ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم اور باقی ہے اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت باقی رہے گی۔

اولاد سببِ راحت یا زحمت

ارشاد فرمایا: کہ ہماری اولاد کل ہمیں یا تو راحت پہنچائے گی یا پھر ہماری تکلیف اور پریشانی کا سبب بنے گی، دونوں میں سے کوئی ایک صورت ضرور ہوگی۔ اگر ہم انہیں دین سکھائیں گے اور سنت و شریعت کے سانچے میں ڈھال کر ان کی تربیت کریں گے تو انشاء اللہ کل ہمیں یہ راحت پہنچائیں گے، ہمارے حقوق پہچانیں گے اور ہماری خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں گے لیکن اگر ہم نے انہیں دین نہ سکھایا تو کل یہی اولاد ہمارے لئے نہ صرف تکلیف اور پریشانی کا بلکہ ہماری ذلت اور رسوائی کا ذریعہ بنے گی اور ہمیں خون کے آنسو رلائے گی۔ آجکل کھلی آنکھوں خوب اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے لہٰذا خود اپنی جانوں پر رحم کھاؤ اور اپنی اولاد کی دینی تعلیم اور تربیت کا پورا انتظام کرو۔ ان کے اخلاق، گفتار، کردار، وضع قطع، انہیں اچھوں کی صحبت فراہم کرنا اور بروں کی صحبت سے مکمل بچانا نیز ان کی ہر ہر نقل و حرکت کی مکمل نگرانی والدین ہونے کی حیثیت سے نہ صرف ہماری دینی و معاشرتی ذمہ داری ہے بلکہ اسی میں ہماری بھی عزت اور عافیت ہے۔ بچہ کو بچہ سمجھ کر طرح نہ دینا چاہئے کہ آخر بچہ ہی تو ہے آگے چل کر خود سمجھ جائے گا اس طرح نظر انداز کرنا اور ان کی قابلِ گرفت غلطیوں سے بھی چشم پوشی کرنا آگے چل کر ان کی شخصیات کے

بگاڑ کے علاوہ خود ہماری اخروی گرفت اور پکڑ کا سبب بھی بنے گا۔

غیبت کی ابتدا کیسے ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا: کہ ہر طاعت میں ایک نور ہوتا ہے اور ہر گناہ میں ایک ظلمت ہوتی ہے اور نگاہِ بصیرت رکھنے والے اسے خوب محسوس کرتے ہیں۔ آدمی چند روز کیلئے تجربہ کے طور پر اپنے گھر میں ہر قسم کا گناہ بند کر کے دیکھ لے اگر ذرا بھی بصیرت کی نگاہ رکھتا ہوگا تو اپنے گھر میں اس کی نورانیت کو محسوس کرے گا۔ اپنے گھر کی بات کہنا تو نہیں چاہئے لیکن موقع کی مناسبت سے آجاتی ہے تو کہہ دیتا ہوں کہ ہمارے گھر کے تمام افراد نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم اپنے گھر میں غیبت نہیں ہونے دیں گے۔ اول تو کسی کا غائبانہ تذکرہ نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو خیر اور بھلائی کے ساتھ کریں گے اور اس تذکرہ کو بھی جتنا جلدی ہو سکے گا بند کر دیں گے کیونکہ کسی کا تذکرہ اول اول تو خیر کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے لیکن پھر بات نکلتے نکلتے غیبت تک پہنچ جاتی ہے اس لئے خیر کے تذکرہ کو بھی جلد سے جلد بند کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں مجھے ایک نوجوان طالب علم کی یہ بات بہت ہی اچھی لگی اس نے مجھ سے کہا کہ میں اور میرا ایک دوست اکثر ساتھ رہتے ہیں ہم نے غیبت سے بچنے کے لئے آپس میں طے کر رکھا ہے کہ جو موجود نہیں اس کی بات نہیں، اس پر عمل کرنے سے الحمد للہ ہم لوگ غیبت کرنے اور سننے سے محفوظ رہتے ہیں۔

میری اہلیہ ویسے ہی بہت کم سخن ہیں یہاں وہاں کی بات کرنا جانتیں ہی نہیں اکثر ذکر کرتی رہتی ہیں حتیٰ کہ کھانا پکاتے ہوئے بھی ذکر کرتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لوگوں نے ہمارے گھر کھانا کھا کر کہا کہ آپ کے یہاں کھانے میں نور ہی نور ہوتا ہے۔ میں ان سے

کہتا ہوں کہ بھئی یہ میرا کمال نہیں بلکہ ذکر کے اثرات ہیں جو گھر کی مستورات پکاتے وقت کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ نقشبندی سلسلہ کے ایک بزرگ ہمارے گھر تشریف لائے اور ناشتہ کیا، دو روز کے بعد انہوں نے مجھے فون کر کے کہا کہ آپ مجھے ایک مرتبہ اور کھانا کھلائیں گے؟ میں نے کہا ضرور تشریف لائیے یہ تو میرے لئے سعادت کی بات ہے۔ انہوں نے آکر کہا کہ کھانا مقصود نہیں تھا ساری عمر کھا کر ہی بال سفید ہوئے ہیں۔ بات در اصل یہ ہے کہ جس دن سے آپ کے گھر ناشتہ کیا ہے قلب میں نور ہی نور محسوس کر رہا ہوں، رقت بھی بہت ہے، اور اس عرصہ میں حضرت نبی پاک ﷺ کی زیارت بھی ہو چکی ہے اس لئے دوبارہ کھانا چاہتا ہوں۔

دوستو! اپنے گھر کی مستورات کو اس کا عادی بناؤ اور اس کی اہمیت سمجھاؤ کہ جب ذکر کرتے ہوئے کھانا بنایا جائے گا تو اس کے اثرات کھانے میں ضرور آویں گے۔ پھر دیکھئے کس طرح معمولی کھانے میں بھی ذکر کی برکت سے لذت اور حلاوت محسوس ہوگی۔

اہتمامِ دعاء

ارشاد فرمایا: کہ دعا کا خوب اہتمام کیا کرو اس میں بڑی طاقت ہے یہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرتی ہے۔ جس کو حضرت نبی پاک ﷺ کے فرامین اور آپ کی بتلائی گئی دعاؤں پر جس قدر یقین ہوگا وہ اتنا ہی دعا کا اہتمام کرے گا میں نے تو دعا کے منافع کا بہت ہی تجربہ کیا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ میں اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنے کیلئے اپنے حضرت (مولانا عبدالحلیم صاحبؒ) کے پاس گورینی گیا۔ گورینی سے تین چار کلومیٹر کی مسافت پر ایک بازار پڑتا ہے

جہاں سے گورنگی جانے کیلئے بس ملتی ہے۔ جب میں اس بازار میں پہنچا تو غروب کا وقت بالکل قریب آچکا تھا مجھے بڑا فکر ہوا کہ اگر راستہ میں غروب ہوگیا تو میں اعتکاف تو کرلوں گا لیکن اتنی دور سے آنے کے باوجود مسنون اعتکاف کی فضیلت سے محروم ہوجاؤں گا۔ خیر بس میں بیٹھا لیکن اندر ڈرائیور ندارد۔ جب کچھ دیر بعد ڈرائیور آیا تو بالکل نشہ میں دھت تھا میں نے فوراً دعا مانگنی شروع کہ یا اللہ! اب تو بس آپ ہی اپنی قدرت سے پہنچا سکتے ہیں ورنہ بظاہر پہنچنا تو مشکل نظر آرہا ہے۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی، ابھی وہ کچھ دور ہی چلا تھا کہ ٹریفک حوالدار نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ چونکہ نشہ میں تھا اس لئے بجائے رکنے کے اور تیز دوڑاتا رہا اور پلٹ کر دیکھتا بھی رہا کہ کہیں حوالدار پیچھے تو نہیں آرہا ہے۔ جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو ڈرائیور کے قریب آیا اور اس سے کہا کہ تو گاڑی تیز بھگاتا جا حوالدار کو میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ نشہ میں تھا اور آدمی جب نشہ میں ہوتا ہے تو اس وقت جو چیز اس کے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے وہ بس وہی کرتا ہے اس کے ذہن میں یہی بات بیٹھ گئی کہ مجھے بھگانا ہے چنانچہ اس نے اس تیزی سے بس چلائی کہ اس علاقہ میں کسی نے اتنی تیز بس نہ چلائی ہوگی۔ میں پہلے ہی اسے پیسے دے چکا تھا اس لئے گورنگی کے اسٹاپ پر اترتے ہی دوڑتا ہوا سیدھے مسجد میں پہنچا۔ ہمارے حضرت نے مجھے آتے دیکھا تو فرمایا آجاؤ آجاؤ ابھی غروب میں ایک منٹ باقی ہے۔ یہ دعا ہی کی برکت تھی کہ اللہ پاک نے حوالدار کا سامنا کرا کر مجھے تیزی سے پہنچانے کا انتظام کردیا۔

خدمتِ والدین

ارشاد فرمایا: کہ میں آج بھی حلفیہ کہتا ہوں کہ ایسا شخص جس کے پاس کوئی ڈگری نہ

ہو، کوئی فن اور ہنر نہ جانتا ہو بس وہ ایک کام کرلے کہ والدین کی خوب خدمت کرے اور انہیں راضی کرلے اس عمل کی برکت سے اللہ پاک اس کی دنیا اور آخرت دنوں بنادیں گے۔ آخرت کا بنادینا تو ظاہر ہے کہ اسے اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازیں گے جو ایک مومن کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کررکھا ہے کہ جس شخص کے والدین اس سے راضی ہوں تو میں بھی اس سے راضی ہوجاتا ہوں بلکہ ایک کتاب میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو شخص میرا فرمانبردار ہوتا ہے اور والدین کا نافرمان ہوتا ہے تو میں اسے نافرمانوں میں لکھ دیتا ہوں اور جو میرا نافرمان ہوتا ہے اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے تو میں اسے اپنے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہوں۔ تو آخرت اس طرح بنائیں گے کہ اس سے راضی ہوجائیں گے اور دنیا میں نقد انعام یہ دیں گے کہ اس کی روزی اس قدر آسان کردیں گے کہ اسے گمان بھی نہ ہوگا اب کیسے آسان کریں گے تو اس پر ایک واقعہ سن لیجئے۔

ہمارے یہاں سامنا کروز کے سوپر بازار میں ایک شخص تھا جو کرایہ پر باکڑا لے کر کاروبار کرتا تھا لیکن چونکہ اس کا کاروبار نہیں چلتا تھا اس لئے کوئی اسے اپنا باکڑا کرایہ پر دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا کہ یہ کرایہ نہیں دے پائے گا۔ یہ سب جانتے ہوئے بھی ہم نے اسے اپنا باکڑا کرایہ پر دیا۔ میں گاہے بگاہے اس کے پاس جاکر بیٹھتا اور اس کے کاروبار کے متعلق پوچھتا۔ وہ کہتا شکیل بھائی دھندہ نہیں ہوا میں اسے اپنی جیب سے کرایہ کے پیسے دیتا اور کہتا کہ جب میرا بھتیجہ کرایہ لینے کے لئے آئے تو اسے یہ کرایہ دیدینا۔ یہ مت کہنا کہ میں نے تجھے کرایہ کے پیسے دیئے ہیں یعنی کرایہ میری ہی جیب سے جاکر میری

ہی جیب میں آتا۔ ایسا دو چار مہینے نہیں بلکہ برسوں ہوتا رہا آج تک میرے بھائیوں کو بھی نہیں پتہ کہ اس کا کرایہ میں دیا کرتا تھا۔ اس دوران میں اسے کچھ دعائیں بھی پڑھنے کیلئے بتاتا رہتا وہ ایک عرصہ تک انہیں پابندی سے پڑھتا رہا لیکن کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ میں بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ آخر کچھ تو بات ہے کہ یہ دعائیں اثر انداز نہیں ہورہی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اصل بات یہی ہے جس کی وجہ سے یہ دعائیں اثر انداز نہیں ہورہی ہیں تُو چاہے جتنا وظیفہ پڑھ لے کچھ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے والدین کو راضی نہ کرلے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ ہفتہ میں جس روز مارکیٹ بند رہتی ہو اس روز تُو اپنے والدین سے ملنے جایا کر۔ وہ چھٹی کے دن اپنے والدین سے ملنے گیا۔ اس کے والد چونکہ اس سے ناراض تھے اس لئے اس کو دیکھتے ہی اس پر خوب خفا ہوئے اور دروازہ ہی سے اسے واپس کردیا۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ابا تو اس قدر ناراض ہیں کہ مجھے کھڑا بھی نہیں کیا اور دروازہ ہی سے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو پریشان نہ ہو مسلسل جایا کر آخر ماں باپ ہیں تیرے مسلسل آنے جانے سے ایک دن ان کا غصہ انشاء اللہ خود بخود ختم ہوجائے گا اور اسے کچھ پیسے بھی دیئے کہ اس دفعہ ان کے لئے کچھ پھل وغیرہ بھی لے جانا اور جب کبھی جانا تو مجھ سے پیسے لے کر ان کے لئے کچھ نہ کچھ ہدیہ ان کی پسند کا ضرور لیتے جانا۔ دوبارہ وہ ہدیہ لے کر گیا باپ نے دیکھا تو پھر ڈانٹا اور کہا کہ ہمیں تیرے کسی ہدیہ کی ضرورت نہیں ہے جیسے اتنے سال گذر گئے آئندہ بھی گذر جائیں گے ہمیں تیرے کسی قسم کے تعاون کی ضرورت نہیں ہے وہ پھر چلا آیا۔ میں نے پھر اسے سمجھا کر بھیجا۔ اس طرح

جب دو چار مرتبہ آنا جانا ہوا تو ماں کو کچھ رحم آیا اور اس کا دل پسیجا، ماں آخر ماں ہوتی ہے اس نے اس کے باپ سے کہا کہ اب جانے بھی دو آخر بیٹا تو ہمارا ہی ہے اتنی دور سے ہم سے ملنے آتا ہے کم از کم اسے اندر بیٹھ کر پانی تو پی لینے دو کچھ دیر بیٹھ کر چلا جائے گا اور پھر اسے اپنی غلطی کا احساس بھی ہے آپ سے معافی بھی مانگ رہا ہے لہٰذا اب غصہ تھوک دیجئے اور اسے معاف کردیجئے، اس طرح سمجھا بجھا کر اس کی والدہ نے اس کے والد کو منا لیا برسوں سے دل میں چھپی بیٹے کی محبت انگڑائی لینے لگی اور باپ نے اسے معاف کردیا۔

یہاں والدین راضی ہوئے اور یہاں اس کے حالات تیزی سے بدلنا شروع ہوئے، کاروبار چلنے لگا اور کچھ ہی عرصہ میں اس نے اپنا ذاتی باکڑا خرید لیا جس کی قیمت اس وقت مارکیٹ میں تقریباً دس لاکھ روپئے ہوگی۔ سارے حالات درست ہوگئے کاروبار بھی خوب اچھا چل رہا ہے لیکن پتہ نہیں کیا بات ہوئی کہ اب جب کبھی وہ مجھ سے ملتا ہے تو مجھے طعنے دیتا ہے مجھ پر جملے کستا ہے میں۔ بھی مسکرا کر رہ جاتا ہوں اور دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ بھائی! یہ تُو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ اللہ پاک تجھ سے کہلوا رہے ہیں۔ وہ میرے قلب کی حالت اور کیفیت کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ اگر طعنہ دیے جانے پر اس کی طبیعت اندر سے رنجیدہ اور ملول ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے یہ سلوک مخلوق کی رضا کے واسطہ کیا تھا اور بدلہ میں واہ واہی اور احسان مندی کا طالب تھا اور اگر طعنہ دیے جانے کے باوجود یہ اندر سے راضی اور خوش ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ عمل اللہ کو راضی کرنے کیلئے تھا۔ اگر میرے اس عمل پر میرا اللہ مجھ سے راضی ہے تو یہ چاہے شکرئے کے بول کہے نہ کہے احسان تسلیم کرے نہ کرے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ہر لمحہ قیمتی ہے

ارشاد فرمایا: کہ ہر وقت اور ہر لمحہ کا ایک دین ہے کیونکہ آدمی ہر وقت دین کے کسی نہ کسی شعبہ سے ضرور وابستہ ہوتا ہے خواہ گھریلو زندگی ہو یا کاروباری زندگی، ہر جگہ کا ایک دین ہے جسے سیکھنے کی فکر کرنا چاہئے کیونکہ قیامت کے روز ایک دو دن کا نہیں بلکہ پوری زندگی کا حساب ہوگا، ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا۔ آدمی اپنے اوقات کی ترتیب بنا کر خود اپنے اوپر نگراں رہے کہ میرا کوئی منٹ اور کوئی لمحہ اللہ کی نافرمانی میں نہ گذرے اور نہ یونہی ضائع چلا جائے کیونکہ کل قیامت کے دن مجھے میرے رب کو اس کے متعلق حساب دینا ہے۔ ہمیشہ یہ استحضار پیشِ نظر رہنا چاہئے۔

برکت کیسے آتی ہے؟

ارشاد فرمایا: کہ برکت صرف کہنے سننے سے نہیں آتی بلکہ برکت تو برکت والے اعمال پر عمل کرنے سے آتی ہے۔

ایک واقعہ

ایک شخص کا واقعہ نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ انہوں نے خود مجھے بتایا کہ میں ایک مرتبہ روضۂ پاک کے قریب کھڑا اسلام پڑھ رہا تھا، بھیڑ بہت تھی لوگ جالی کے قریب کھڑے ہوئے تھے میں بہت پیچھے تھا اپنی بداعمالیوں کے سبب آگے بڑھنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی تھی لیکن پھر اندر سے محبت جوش مارتی اور میں آگے بڑھنا چاہتا، قدم پھر ڈگمگا جاتے اور میں پھر وہیں کھڑا ہو جاتا۔ ابھی اسی کشمکش میں تھا کہ یوں محسوس ہوا گویا

قبرِ اطہر سے آواز آرہی ہو کہ پریشان مت ہو جس کی زندگی میں اتباعِ سنت ہے وہ خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہو مجھ سے قریب ہے اور جس کی زندگی میں اتباعِ سنت نہیں ہے وہ خواہ میرے روضہ کی جالی پکڑے ہوئے ہو لیکن مجھ سے بہت دور ہے۔

معاملہ کرنے میں احتیاط

ارشاد فرمایا: کہ کسی شخص کا صرف دیندارانہ حلیہ اور ظاہری دینداری دیکھ کر کبھی کوئی معاملہ نہ کرنا چاہئے۔ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو بزرگوں کو اپنے یہاں قیام کراتے ہیں تہجد کے وقت ناشتہ کراتے ہیں اور پھر اسے عنوان بنا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ لوگ ان کی دینداری کی رائے قائم کر لیتے ہیں کہ ماشاء اللہ بڑے دیندار ہیں، ان کے یہاں تو اللہ والوں کا قیام ہوتا ہے۔ پھر انہیں دیندار سمجھ کر ان سے کوئی معاملہ کر بیٹھتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں تم کہیں نہیں سنو گے لیکن چونکہ مجھے واسطہ پڑا ہے اور میں نے ایسے لوگوں سے بہت دھوکے کھائے ہیں اس لئے از راہ ہمدردی و خیر خواہی تمہیں آگاہ کررہا ہوں۔ یاد رکھو گے تو انشاء اللہ دھوکہ سے محفوظ رہو گے۔

پھر اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک غیر مسلم سے کوئی سودا کرنا پڑا بے چارہ کہیں دھوکہ کھایا ہوگا اس لئے مجھ سے کہنے لگا کہ صاحب! دودھ کا جلا ہوں چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہوں اس لئے آپ کے ساتھ بھی بہت چوکنا ہو کر معاملہ کروں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا ایسا معاملہ کریں گے کہ میں آپ کو چور سمجھوں اور آپ مجھے چور سمجھیں جس طرح چور کے ساتھ چوکنا رہا جاتا ہے ایسے ہی ہم ایک دوسرے سے چوکنے رہیں گے۔ (درمیان میں جملۂ معترضہ کے طور پر فرمایا) اب آپ حضرات کہیں گے کہ یہ کیا کہہ

رہے ہو؟ چور سمجھنا تو بدگمانی کرنا ہے۔ سو اس کی وضاحت کرتا چلوں کہ میں بدگمانی کی تلقین
نہیں کررہا ہوں بلکہ میرے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ چور مت سمجھو لیکن معاملہ چوروں جیسا
کرو۔ (اس پر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کا ایک ملفوظ سنایا کہ) ایک مرتبہ حضرت
کے ساتھ میرا حج کا سفر ہوا، آپ کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں قیام بھی تھا کچھ اور لوگ بھی
ہمارے ساتھ تھے۔ جب کمرہ کے تمام رفقاء حرم چلے گئے اور میں اور حضرت کمرہ میں
تنہا رہ گئے تو حضرت نے ایک سوٹ کیس کی طرف (جس میں تالا لگا ہوا نہیں تھا) اشارہ
کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ یہ سوٹ کیس کس کا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرا
ہے، فرمایا پہلے اس میں تالا لگاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت! کمرہ میں آپ ہیں، میں ہوں
اور باقی لوگ بھی ہمارے اپنے لوگ ہیں پھر اس میں تالا لگانے کی کیا ضرورت؟ فرمایا چور
کسی کو مت سمجھو اپنے سامان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ میں نے ان صاحب کے ساتھ ایسا
ایگریمینٹ بنایا اور اس میں ایسی شقیں ڈالیں کہ وہ بھی دیکھتے رہ گئے اور ہنستے ہوئے اس
پر دستخط کئے اور مجھے گرو جی کہتے ہوئے کہنے لگے کہ آج تک کسی نے میرے ساتھ ایسا
ایگریمینٹ نہیں بنایا۔ میں نے ان سے کہا چونکہ میں نے زندگی میں بڑے دھوکے کھائے
ہیں اس لئے مزید دھوکہ سے بچنے کے لئے ایسا ایگریمنٹ بنوایا ہے۔

طالب علم جیسی زندگی گزارو

ارشاد فرمایا: کہ آدمی کو ساری زندگی طالبعلم بن کر جینا چاہئے، یہ توکل قیامت کے
دن ہی پتہ چلے گا کہ طالبعلم کا کیا مقام ہے اور اس نسبت پر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے
کیا درجات مقرر کر رکھے ہیں لہٰذا جن حضرات نے قرآن پاک نہیں سیکھا اور باقاعدہ دینی

تعلیم حاصل نہیں کی ہے انہیں چاہئے کہ اپنے قریب کے کسی عالم سے وقت طے کر کے
باقاعدہ قرآن سیکھنے نیز ضروری ضروری مسائل سیکھنے کی ترتیب بنائیں، اس کام کیلئے روزانہ
دس منٹ بیس منٹ جتنا سہولت سے ہو سکے ضرور وقت دیں۔ پھر اپنے متعلق فرمایا کہ
میرا نام بھی طلباء کی فہرست میں لکھا ہوا ہے، یہ اور بات ہے کہ بیماری کی وجہ سے میری
چھٹیاں زیادہ ہوتی ہیں لیکن جب ٹھیک رہتا ہوں تو ضرور پڑھتا ہوں۔ پڑھنے کیلئے استاذ
کے پاس جانا تو مجھے چاہئے لیکن یہ ان کی مہربانی ہے کہ میری بیماری کے سبب مجھے میرے
گھر آکر پڑھا دیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ مولانا! بیماری کے دنوں میں
تو میں پڑھنے سے معذور ہوں لیکن جب ٹھیک رہوں مجھے پڑھا دیا کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ
کے دربار میں میرا نام طلباء کی فہرست میں برقرار رہے۔ (درمیان میں فرمایا کہ) میں عام
حالات میں بھی چٹائی پر زیادہ دیر بیٹھ نہیں پاتا زیادہ دیر تک بیٹھنا ہوتا ہے تو مصلّٰی بچھا کر
بیٹھتا ہوں۔ اس لئے پڑھنے کے وقت بھی مجھے خیال آیا کہ نیچے مصلّٰی بچھا لوں لیکن کیسے
بچھاتا کہ حضرت استاذ صاحب تو چٹائی پر بیٹھیں اور میں مصلّٰی پر بیٹھوں تو اس کی تدبیر میں
نے یہ کی کہ ان کے نیچے دو مصلّے بچھا دیے اور اپنے نیچے ایک مصلّٰی بچھایا تاکہ امتیاز
ہوجائے (اس کے باوجود کہ آپ کو پڑھانے والے عالم نوجوان ہیں اور آپ ہی سے
اصلاحی تعلق رکھتے ہیں پھر بھی آپ نے فرقِ مراتب کا پورا لحاظ رکھا) میں اپنے استاذ سے
قرآن بھی سیکھتا ہوں اور مسائل بھی پوچھتا ہوں، اور ہم جیسوں کے لئے جنہوں نے کچھ
نہیں پڑھا معارف القرآن کی تفسیر بہت اہم اور ضروری ہے روزانہ کچھ وقت طے کر کے
ضرور دیکھنا چاہئے بلکہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ تمام مساجد کے ائمہ حضرات اپنے یہاں اس

تفسیر کو درس کے طور پر شروع کر دیں تو خود انہیں بھی نفع ہوگا اور لوگ بھی جان سکیں گے کہ خدا کا کلام ان سے کیا خطاب کرتا ہے۔ آج کسی درجہ میں قرآن کی تلاوت کا تو معمول ہے لیکن کوئی اسے سمجھنا نہیں چاہتا۔ بھائی! میں یہ نہیں کہتا کہ ہر عامی آدمی قرآن کی تفسیر کھول کر بیٹھ جائے اور اپنے فہم سے قرآن کو سمجھنا شروع کر دے ایسا کرنا بھی نہ چاہئے کہ اس سے آدمی ضلالت وگمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے۔ لیکن یہ تو کیا ہی جا سکتا ہے کہ کسی عالم سے سبقاً سبقاً قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ لیں۔ اللہ غریق رحمت کرے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو اور بہت درجات بلند فرمائے کہ آپ نے خود نہایت عام فہم اور سلیس زبان میں قرآن کی تفسیر لکھی ہے جو عالم اور غیر عالم دونوں کیلئے یکساں مفید ہے اسے ہر عامی آدمی کو کسی عالم کی نگرانی میں ضرور پڑھ لینا چاہئے۔ اور اگر اپنے طور پر بھی مطالعہ کرے تو جو مقامات نہ سمجھ میں آئیں ان میں اپنی عقل دوڑانے کے بجائے انہیں نشان زد کر کے کسی عالم سے سمجھ لیں، اس کام کے لئے روزانہ دس منٹ نکالنا چاہئے۔

آجکل ہر آدمی کی زبان پر وقت کی تنگی کا عذر ہے ہر ایک یہی کہتا ہے کہ میں اس قدر مصروف ہوں کہ میرے پاس بالکل وقت نہیں رہتا حتیٰ کہ بیکار آدمی بھی وقت کی تنگی کا عذر کرتا ہے۔ یہ نفس اور شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے وہ آدمی کو اس کی مصروفیتیں یاد دلا کر اور بار بار اس کے دل میں وقت کی تنگی کا خیال ڈال کر اس خیال کو اس کے دل میں اس قدر راسخ کرتے ہیں کہ پھر آدمی سمجھنے لگتا ہے کہ واقعی میرے پاس بالکل وقت نہیں ہے یہ نفس اور شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے اسے خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ (پھر مجلس میں موجود اپنے چھوٹے برادر نسبتی بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ) دیکھئے یہ

میرے چھوٹے بھائی نسبتی ہیں بہت مصروف رہتے ہیں ان پر کاروبار کی بڑی ذمہ داریاں ہیں، یہ اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ ان کے متعلق تاجر حضرات کی یہ رائے ہے کہ یہ اکیلے پانچ آدمیوں کا کام کرتے ہیں۔ ابتداءً جب میں نے ان سے دینی کتابوں کے مطالعہ کے بارے میں کہا تو یہ کہنے لگے کہ بھائی صاحب! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے پاس بالکل وقت نہیں رہتا میں کہاں ان کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم ان کتابوں کے مطالعہ کیلئے روزانہ ایک دو منٹ نکال سکتے ہو؟ کہنے لگے ایک دو منٹ تو نکال ہی سکتا ہوں۔ میں نے کہا تم روزانہ ایک منٹ دینی کتاب پڑھا کرو یہ اس پر آمادہ ہو گئے میں نے ایک کتاب انہیں پڑھنے کیلئے دیدی۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھ سے کہنے لگے بھائی مجھے دوسری کتاب لا کر دیجئے میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے پہلی کتاب ختم ہوگئی۔ پھر دوسری کتاب دی وہ بھی ختم کر دی اسی طرح تیسری اور چوتھی بھی ختم کر دی اور مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی مجھے اور کتابیں لا کر دیجئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میں نے دیکھا کہ انہیں مطالعہ سے دلچسپی ہوگئی ہے تو ایک روز میں نے ان سے کہا کہ تم معارف القرآن دیکھنا شروع کرو۔ انہوں نے پھر وقت کی تنگی کا عذر کیا تو میں نے پھر وہی پہلی تدبیر بتلائی کہ روزانہ ایک دو منٹ ہی تفسیر کیلئے نکال لیا کرو یہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ آج الحمد للہ معارف القرآن کی دو جلدیں مکمل کر چکے ہیں تیسری جلد پڑھ رہے ہیں۔ اور اب مطالعہ کا ایسا ذوق ہو چکا ہے کہ اس وقت ان کے کمرہ میں باقاعدہ ایک چھوٹی سی لائبریری ان کے ذاتی مطالعہ کیلئے بنی ہوئی ہے۔ دیکھئے ایسا شخص جس پر اتنی زیادہ کاروباری ذمہ داریاں ہیں اور جو اس قدر مصروف رہتا ہے وہ اول وہلہ میں کس طرح وقت کی تنگی کا عذر کر رہا تھا لیکن

جب مذکورہ تدبیر کے مطابق ایک ایک منٹ دو دو منٹ پڑھنا شروع کیا تو کئی کتابیں بالاستیعاب ختم کر چکا ہے۔ جب اس قدر مصروف آدمی اس تدبیر پر عمل کر کے کئی کتابیں بالاستیعاب پڑھ سکتا ہے تو کیا ہم اس تدبیر پر عمل کر کے مطالعہ کا سلسلہ شروع نہیں کر سکتے ہیں؟ ہم بھی اگر مذکورہ طریقہ کے مطابق وقت نکال کر مطالعہ کرنا شروع کریں تو انشاء اللہ مطالعہ کے ذریعہ بہت سا دین حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ ہم کل کے بجائے آج ہی پختہ ارادہ کریں کہ ہمیں آج ہی سے مذکورہ تدبیر پر عمل کرنا ہے۔ جب پختہ ارادہ کریں گے تو انشاء اللہ عمل کرنا آسان ہوگا۔

مسجد کی برکت

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: کہ میں تقریباً ۱۶ ریا ۱۷ رسال کی عمر میں کمانے کی غرض سے بمبئی آیا تھا، دن بھر کام کرنا اور کام سے فارغ ہو کر گھومنا پھرنا میرا معمول تھا کچھ ہم عمر دوست بھی تھے۔ ہم لوگ کپڑوں پر استری اور جوتوں پر پالش کر کے عصر سے پہلے ایک ساتھ گھومنے نکل جایا کرتے تھے اور رات میں گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک لوٹتے تھے ایک عرصہ تک میرا یہی معمول رہا۔ چونکہ والدہ نے بچپن ہی سے نماز کا عادی بنایا تھا اس لئے گھومتے پھرتے ہوئے بھی نماز پڑھ لیتا تھا۔ یہ نماز ہی کی برکت تھی کہ فحاشی اور شراب کے اڈوں پر جانے سے بچا ہوا تھا ورنہ تو شباب کا زمانہ تھا بمبئی کا بگڑا ہوا ماحول تھا اور کوئی سمجھانے والا بھی نہ تھا ایسے وقت میں عام طور پر آدمی بہک جایا کرتا ہے لیکن اللہ نے فضل فرمایا، اس کی مہربانی اور نماز کی برکت سے میں ان کاموں سے بچا ہوا تھا بس گھومنا پھرنا ہی ہوتا تھا۔ پھر جب اللہ کی دی ہوئی توفیق سے جماعتوں میں جانا شروع

کیا تو سمجھ میں آیا کہ میرا کتنا قیمتی وقت صرف اس گھومنے پھرنے کی نذر ہو جاتا ہے اس لئے طے کر لیا کہ اب یہ گھومنا پھرنا بند کر دوں گا اور اپنے نفس سے کہا کہ اب تک تو جتنی دیر گھوما کرتا تھا اب تجھے اتنی دیر مسجد میں بیٹھنا ہوگا۔ چنانچہ ظہر کے بعد کھانا کھا کر مسجد میں چلا جاتا اور رات میں مسجد کا دروازہ بند ہونے تک وہیں رہتا۔ پھر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا دوستو! دوستوں کے ساتھ گھوم پھر کر، یہاں وہاں بیٹھ کر کیا کرو گے یہ وقت کہیں نہ کہیں تو گذر ہی جائے گا، یہاں وہاں گھومنے کے بجائے اپنے آپ کو مسجد میں قید کر دو اور اللہ کے در پر پڑے رہو، اپنے نفس سے کہدو کہ ہم تجھے یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ چار چھ گھنٹے اپنے گھر میں بٹھا کر رکھیں گے تو کیا محروم اور خالی ہاتھ لوٹا دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا تو ہم اور آپ بھی نہیں کرتے اگر کوئی سائل آپ کے دروازہ پر مانگنے کیلئے آیا اور آپ نے اسے واپس کر دیا بلکہ ڈانٹ کر واپس کیا کہ یہاں سے چلا جا اور دوبارہ یہاں مت آنا لیکن وہ جانے کے بجائے آپ کے دروازہ ہی پر بیٹھا رہا۔ جب چار چھ گھنٹے کے بعد آپ نے دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ سائل وہیں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اس سے کہا کہ ارے تو ابھی تک گیا نہیں یہیں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا سیٹھ! جب تک نہیں دوگے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ایسی صورت میں آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ اسے کچھ دوگے کہ نہیں؟ ضرور دوگے اور ساتھ ہی یہ بھی کہو گے کہ بڑا ڈھیٹ ہے بغیر لئے جاتا ہی نہیں۔

دوستو! جب آپ اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاؤ گے کچھ نہ کچھ دیدو گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک اپنے بندہ کو اپنے در پر چار چھ گھنٹے بٹھائیں اور خالی ہاتھ واپس بھیج دیں یہ

ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ یہ تو ان کی شانِ کریمی کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ مسجد میں بیٹھے رہنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مسجد میں ہر وقت فرشتے رہتے ہیں جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں عبادت کے علاوہ ان میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتے اللہ نے انہیں معصوم بنایا ہے۔ جب ہم ان معصوم صفت فرشتوں کے ماحول میں رہیں گے تو انشاء اللہ ان کی یہ صفت ہمارے اندر بھی منتقل ہوگی۔ علاوہ ازیں فرشتوں میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہیں ہماری طرح کھانے پینے اور ضرورت سے فارغ ہونے کی احتیاج نہیں ہے اللہ پاک نے انہیں ان چیزوں سے مبرا اور منزہ رکھا ہے وہ جیسے چاہتے ہیں اپنی قدرت سے ان کو غذا پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے لئے فرشتوں کو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی اور نہ کوئی ظاہری سبب اختیار کرنا پڑتا ہے۔ فرشتوں کو گرچہ ہماری طرح کھانے پینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن انہیں بہر حال آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر تو جانا ہی ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی انہیں کوئی ظاہری سبب اختیار کرنا نہیں پڑتا کہ آسمان پر جانا ہے تو ہوائی جہاز کی ضرورت ہوگی اور زمین پر آنا ہے تو کسی اور سواری کی ضرورت ہوگی بلکہ اللہ پاک جب چاہتے ہیں اپنی قدرت سے انہیں آنِ واحد میں آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر پہنچا دیتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جب بندہ مسجد میں فرشتوں کے ماحول میں رہے گا اور اللہ پاک سے کہے گا کہ یا اللہ! جس طرح آپ فرشتوں کی ساری ضروریات محض اپنی قدرت سے پوری فرماتے ہیں، انہیں اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے کوئی ظاہری سبب اختیار نہیں کرنا پڑتا اسی طرح آپ اپنی قدرت سے میری ساری ضروریات بھی پوری

فرما دیجئے۔ پھر دیکھئے انشاء اللہ اللہ پاک کس طرح ہماری ساری ضروریات کو اپنی قدرت سے خزانہ غیب سے پورا فرمائیں گے۔ اللہ والوں کو یہ چیز حاصل ہوتی ہے اور جب وہ اس کا مشاہدہ کر لیتے ہیں تو ان کا اعتماد اور کونفڈینس (Confidence) اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور پختہ ہوجاتا ہے پھر یہ دنیا اور اس دنیا کے ظاہری اسباب ان کی نگاہ میں مچھر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور پھر اس دنیا کی حیثیت ہے بھی کیا؟ دیکھئے اللہ پاک نے دنیا کے کسی ایک محلہ، ایک پلاٹ یا ایک ٹاور کے متعلق نہیں بلکہ پوری دنیا کے متعلق کہا کہ یہ ساری دنیا مل کر بھی ہماری نگاہ میں مچھر کے پَر کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ اللہ پاک کے اس ارشاد کی حقیقت جب اہل اللہ پر منکشف ہوگئی تو واقعی دنیا ان کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں رہی۔

بامقصد کھانا

ایک مرتبہ آپ ایک صاحب کے اصرار پر ان کے یہاں تشریف لے گئے وہاں انہوں نے آپ کی ضیافت بھی کی اور لوگوں میں آپ کا بیان بھی کروایا۔ جب آپ وہاں سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو ہم لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے کتنی دیر میں کھانا کھایا؟ عرض کیا گیا پندرہ بیس منٹ میں۔ فرمایا ہمارے کھانے میں ڈھائی گھنٹے لگ گئے اسی لئے کسی کی دعوت قبول کرنا مجھے بہت گراں گذرتا ہے کہ آنے جانے اور کھانے میں دو تین گھنٹے لگ جاتے ہیں اتنا وقت ضائع چلا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ صاحب بہت دنوں سے اصرار کر رہے تھے اسلئے سوچا کہ جا کر کھڑے کھڑے چلے آئیں گے ان کا بھی جی خوش ہوجائے گا۔ لیکن انہوں نے وہاں کھانے کا نظم کر رکھا تھا اور پھر

کھانا کھلا کر وصول بھی کرلیا کہ بیان بھی کروایا کم ازکم اس بات کی خوشی ضرور ہے کہ صرف
کھانے کیلئے جانا نہیں ہوا بلکہ بیان بھی ہوگیا اگر کچھ لوگ بھی عمل کرنے والے بن جائیں
گے تو انشاء اللہ ہماری نجات کا سبب بنیں گے۔

گھر جنت کیسے بنے؟

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: کہ میری عمر اس وقت چاند کے حساب سے اٹھاون
برس ہوچکی ہے میری اہلیہ مجھ سے چار سال کی چھوٹی ہیں الحمدللہ ہم نانا دادا سب بن گئے
ہیں لیکن اب بھی میں ان سے دل لگی اور چھیڑ چھاڑ کی باتیں کیا کرتا ہوں وہ کہتی بھی ہیں کہ
اب تو میں نانی دادی ہوگئی ہوں اب بھی آپ ایسی باتیں کرتے ہیں میں ان سے کہتا ہوں
کہ تمہیں لگتا ہوگا کہ تم بوڑھی ہوگئی ہو مجھے تو کہیں سے نہیں لگتا کہ تم بوڑھی ہو بلکہ میری نگاہ
میں تو اب بھی تم ہی تم ہو۔ اور خبردار! کبھی میرے سامنے خود کو بوڑھی مت کہنا ورنہ بہت
ناراض ہوجاؤں گا۔

☆ ابھی آپ دیکھئے کہ انہوں نے گھر والوں کے علاوہ چھ زائد آدمیوں کا کھانا بنایا
ظاہری بات ہے کہ تھک گئی ہوں گی، اگر اس وقت گھر میں مہمان مستورات نہ ہوتیں تو میں
اندر جاکر ان کے قریب بیٹھ جاتا اور ان سے کہتا کہ ذرا اپنا نورانی چہرہ تو بتاؤ میں بھی دیکھنا
چاہتا ہوں، تمہیں کیا پتہ کہ مہمانوں کی خدمت کرنے کے بعد تمہارے چہرہ پر خدمت کا نور
کس قدر جھلکتا ہے، بس اس جملہ سے ان کی ساری تھکن کافور ہوجاتی۔

☆ میرے گھر میں کھانا اچھا بناتی ہیں، کھانے والے مہمانوں کی بھی یہی رائے
ہے لیکن کبھی کبھی کھاتے ہوئے پوچھ بیٹھتا ہوں کہ آخر آج کھانا کس نے بنایا؟ ظاہر ہے

گھر والی نے بنایا ہوگا یا کسی بہو نے بنایا ہوگا اکثر سب مل کر ہی بناتے ہیں لیکن پھر بھی
پوچھتا ہوں کہ آخر اتنا عمدہ کھانا کس نے بنایا؟ پھر پچاس روپے نکال کر ہدیہ دیتا ہوں کہ
آج اتنا عمدہ کھانا بنایا ہے کہ جی خوش ہوگیا اس خوشی میں یہ پچاس روپے ہدیہ لو۔ اور کبھی
پیسے دینے نہیں ہوتے تو جاکر ان کے ہاتھ ہی چوم لیتا ہوں کہ تم روزانہ اچھا کھانا بنا کر ہدیہ
لیتی رہوگی تو میرے سارے پیسے ہدیہ ہی میں ختم ہوجائیں گے اس لئے آج ہدیہ تو نہیں دیتا
لاؤ تمہارا ہاتھ ہی چوم لیتا ہوں۔ ایسا کبھی کبھی کرنا چاہئے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن سے
گھر والی کا دل جیتا جاسکتا ہے۔ عورتوں کو باتوں سے خوب خوش رکھنا چاہئے۔ جب میں
نے اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا تو اپنے داماد کو بٹھا کر خوب سمجھایا کہ دیکھو عورتیں بڑی مکار
ہوتی ہیں رونا ان کا فن ہے یہ رو کر اپنی باتیں منوانا خوب جانتی ہیں ان کے کسی مکر میں نہ آنا
بس باتوں سے انہیں خوش رکھے رہنا۔ کوئی خسر اپنے داماد سے اس طرح کی باتیں نہیں کرتا
ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ میری بچی کا خیال رکھنا میں نے بڑے ناز ونعمت سے پرورش کی ہے
اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔ لیکن میں نے یہ سب کہنے کے بجائے اسے یہی سمجھا
یا تھا کہ انہیں باتوں ہی باتوں سے خوش رکھنا، خوب تعریفیں کرنا، ان کی کوئی بے جا فرمائش
پوری نہ کرنا، کرنا وہی جو شریعت بتاتی ہے۔

☆ اب دیکھئے آج ہی کی بات ہے کہ جب صبح ناشتہ کررہا تھا تو میری اہلیہ میرے
قریب آکر بیٹھ گئیں اور مجھے روٹی توڑ کر دینے لگیں کہ آپ کی مجلس کا وقت بالکل قریب ہے
جلدی جلدی کھا لیجئے میں نے ان سے دل لگی کے طور پر کہا کہ تمہیں میرے ساتھ رہتے
ہوئے چھتیس سال ہوگئے لیکن آج تک کچھ نہیں سمجھی۔ کہنے لگیں کیا نہیں سمجھی؟ میں نے

کہا کہ کبھی خود سے بھی کہہ دیا کرو کہ آج آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ کہنے لگیں کہ اگر ابھی کہوں گی تو آپ پھر مذاق کرنا شروع کردیں گے۔

☆اسی طرح جب گھر سے نکلنے لگتا ہوں اور وہ کچن میں کچھ پکا رہی ہوتی ہیں تو انہیں آواز دے کر کہتا ہوں کہ پہلے تو اپنا ہاتھ سنبھالو کہ کہیں جلنے نہ پائے اور پھر میری طرف دیکھو میں تمہیں دیکھ کر گھر سے نکلنا چاہتا ہوں۔

☆اسی طرح جب گھر میں آتا ہوں تو انہیں آواز دیتا ہوں کہ جلدی آؤ وہ کہتی ہیں ابھی آرہی ہوں تو میں ان سے کہتا ہوں سب کام چھوڑو اور جلدی میرے پاس آؤ۔ وہ آکر کہتی ہیں کہ ایسا کون سا کام آپڑا جو اتنی جلدی کر رہے ہو۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ تمہیں کیا پتہ کب سے تمہیں دیکھنے کو بے چین ہو رہا تھا، گھر سے باہر تھا لیکن دل یہیں اٹکا ہوا تھا۔ اس طرح دل لگی کی باتوں سے ان کا دل خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

☆اسی طرح جب کبھی گھر میں بیمار پڑا رہتا ہوں اور اہلیہ کسی کام سے میرے کمرہ میں آجاتی ہیں تو انہیں دیکھ کر قصداً اور زیادہ کراہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ رہتے ہوئے اتنے سال ہوگئے لیکن ابھی تک یہ نہیں سمجھی کہ ذرا پاس آکر بیٹھ جائے، کچھ حال چال پوچھ لے، کچھ ہنسی مذاق کی باتیں کرلے تاکہ کچھ تو میری تکلیف کم ہو۔ اس پر کہنے لگتی ہیں کہ تکلیف آپ کو ہے آپ آرام کریں اب کیا میں بھی یہیں بیٹھی رہوں دیکھئے مجھے گھر میں کتنا کام رہتا ہے۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ انہیں گھر میں بہت کام رہتا ہے، اکثر مہمانوں کی آمد و رفت لگی رہتی ہے لیکن بس یونہی دل لگی کے طور پر کہہ دیتا ہوں تاکہ ان کا جی خوش ہوجائے، انہیں احساس ہو کہ یہ مجھے بہت چاہتے ہیں۔

اس طرح کی گھریلو باتیں سنانے کا مقصد یہی ہے کہ آپ حضرات بھی ان باتوں کو لے کر جائیں، انہیں اپنے گھروں میں برتیں پھر دیکھئے گھریلو زندگی کس قدر خوشگوار رہتی ہے۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں کہ خوشگوار گھریلو زندگی کیسی ہوتی ہے۔ اگر شرعی اجازت ہوتی تو میں تمہیں اپنے گھر والوں کے درمیان رکھ کر بتا تا کہ دیکھو گھریلو زندگی ایسی ہوتی ہے۔

دوستو! جب گھریلو زندگی خوشگوار ہوگی تو ذہنی یکسوئی حاصل رہے گی، نمازوں اور دیگر عبادات میں بھی دل لگے گا۔ اور پھر گھر والی کی تربیت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اس کے ساتھ پیار محبت کی باتیں کرتے ہوئے دھیرے دھیرے اسے دین پہنچاتے رہو۔ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے گھما پھرا کر اسے دین کی ایک بات سکھا دو، ایک سنت سکھا دو، کوئی ایک ضروری مسئلہ بتا دو۔ تربیت تو اسی طرح پیار محبت سے ہوتی ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور سختی سے کبھی تربیت نہیں ہوتی۔ یاد رکھو! جب گھر والی کی تربیت ہوگی تو بچوں کی تربیت خود بخود ہوجائے گی۔ کیونکہ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتی ہے، بچہ کا زیادہ تر وقت ماں کے ساتھ ہی گزرتا ہے۔ جب ماں کی زندگی میں دین ہوگا اور اس کی زندگی سنتوں سے آراستہ ہوگی تو لامحالہ اس کے اثرات بچہ پر پڑیں گے۔ اس لئے کہ بچہ جس کے ساتھ رہتا ہے اسی کی حرکات و سکنات کی نقل کرتا ہے۔ وہ جس عمل کو جس طرح انجام دیتا ہوا اپنی ماں کو دیکھے گا اسی طریقہ پر اس عمل کو انجام دے گا۔ یہ ایک طرح سے بچہ کی خاموش تربیت ہوگی جس میں بچہ سے کچھ کہنا نہیں ہوگا بلکہ وہ صرف دیکھ کر سیکھتا چلا جائے گا۔

لہٰذا دوستو! اس بات کی اہمیت کو سمجھو اور گھر والی کو دین سکھانے اور اس کی

زندگی کو سنتوں سے آراستہ کرنے کی فکر کرو۔ جب گھر والی کی زندگی میں سنتیں زندہ ہوں گی تو از خود بچہ کی زندگی سنت کے سانچہ میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ لیکن کیا کریں ہم گھریلو زندگی سیکھتے ہی نہیں اور نہ گھر والی کو دین سکھانے کی فکر کرتے ہیں بلکہ اسے دین ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِهٖ وَ اَنَا خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِیۡ، کہ تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کیلئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔ لہٰذا پتہ چلا کہ گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا اور ان کے ساتھ خوشگوار زندگی گذارنا دین ہے بلکہ اللہ کے نبی ﷺ ایسے شخص کو سب سے بہتر قرار دے رہے ہیں۔ خوشگوار گھریلو زندگی کا تصور گھر والی کو دین سکھلائے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن گھر والی کو دین سکھانے کی فکر کرے کون کہ ابھی تک ہمارے اندر اپنی ہی فکر پیدا نہیں ہوئی ہے کہ کس طرح دین ہماری زندگی میں آجائے اور ہم حتی الوسع سنتوں کا اہتمام کرنے والے بن جائیں۔ اگر علماء کی صحبت اور اہل اللہ کی مجالس میں شرکت کے بعد کچھ دینی فکر پیدا بھی ہوئی تو یہ فکر صرف اپنی ذات تک محدود رہتی ہے کبھی ہمیں اپنے بیوی بچوں کے دین اور ان کی صحیح تعلیم وتربیت کا خیال نہیں آتا۔

اور اگر کبھی گھر والی کی تربیت کا خیال بھی آیا تو اس قدر ڈانٹ ڈپٹ اور سختی سے سمجھاتے ہیں کہ بے چاری سہم جاتی ہے۔ تُو سنتی نہیں، تُو سمجھتی نہیں، کتنی دفعہ سمجھایا لیکن مانتی نہیں۔ ارے میاں! ہم ہی کہاں اللہ پاک کی مانتے ہیں جو وہ ہماری مانے گی۔ حالانکہ کتنی دفعہ اللہ پاک نے ہمیں سمجھایا اور مختلف انداز سے سمجھایا کہ ظاہر کے گناہ بھی چھوڑ دو

اور باطن کے گناہ بھی چھوڑ دو لیکن بار بار سمجھانے اور مختلف انداز سے سمجھانے کے باوجود ہم کہاں گناہ چھوڑتے ہیں؟ ہم بھی تو اللہ پاک کی نہیں مانتے۔ پھر اگر گھر والی نہیں سمجھتی ہے تو بہر حال وہ عورت ہے اور عورت کو ویسے ہی ناقص العقل کہا گیا ہے۔ اگر کبھی وہ کوئی بات نہیں سمجھتی تو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بجائے اس کے نقصان عقل پر محمول کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دینا چاہئے اور پھر کسی دوسری تدبیر سے سمجھانا چاہئے، لیکن سمجھانے کا انداز ہمیشہ پیار محبت ہی کا ہو ڈانٹ ڈپٹ اور سختی والا انداز نہ ہو۔

دیکھئے اگر گھریلو زندگی سیکھنا ضروری نہ ہوتا تو حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کی ازواجِ مطہرات کی گھریلو زندگیوں کا تذکرہ حدیث پاک میں نہ ہوتا، آپ سے اور آپ کی ازواجِ مطہرات سے زیادہ باحیا کون ہوگا؟ روایات اٹھا کر دیکھئے کہ حضرات صحابۂ کرام ؓ اور صحابیات ؓ نے حضرت نبی پاک ﷺ کی خدمتِ مبارکہ میں اپنے خانگی مسائل بلکہ بالکل پرسنل لائف سے متعلق کیسے کیسے سوالات کیے ہیں۔ چنانچہ روایت میں ایک صحابی کا واقعہ منقول ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور سوال کیا کہ اگر ہم بیوی سے صحبت کریں اور اپنا عضوِ خاص اس کے عضوِ خاص میں ڈال کر بغیر انزال کے نکال لیں تو کیا ایسی صورت میں بھی ہم پر غسل واجب ہوگا؟ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ جواب نہیں دیا کہ ہاں غسل واجب ہوگا جبکہ اس طرح ہاں اور نہیں میں بھی جواب دیا جا سکتا تھا بلکہ آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم بھی جب اس طرح کرتے ہیں تو غسل کرتے ہیں۔ قربان جایئے آقا کی تعلیمات پر کہ رسالت کا پورا پورا حق ادا فرما دیا اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں امت کی مکمل رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ سوچو تو

تبھی آپ کو اس طرح کہنے کی کیا ضرورت تھی ۔اس میں جہاں ایک طرف اپنی
گھریلو زندگی بیان کرنی مقصود تھی وہیں دوسری طرف امت کو یہ بھی سمجھانا تھا کہ اگر کبھی
تم بھی ایسا کرو تو اس عمل میں بھی میری اتباع کی نیت کرلیا کروتا کہ تمہیں اس عمل میں بھی
اتباع سنت کا ثواب مل جائے۔

اللہ کو اپنا دین بندوں کو سکھانے اور سمجھانے میں کوئی حیا مانع نہیں ہے وہ چاہتے
ہیں کہ میرا دین پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بندوں کے سامنے آجائے اور زندگی
کا کوئی شعبہ اور گوشہ دینی رہنمائی سے خالی نہ رہے۔

☆اسی سلسلۂ کلام کے تحت ایک دوسرے موقع پر فرمایا: کہ ہم چند مسنون اعمال
پر عمل کیا کر لیتے ہیں کہ خود کو متبعِ سنت سمجھنے لگتے ہیں۔کیا کبھی ہم نے گھریلو کام کاج میں
بھی اپنی گھر والی کا ہاتھ بٹایا ہے؟ کیا یہ سنت نہیں ہے؟ روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی
ﷺ گھر کے کام کاج میں بھی ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔اتباعِ سنت کا بہت اہتمام کرنے
والوں کو بھی کبھی خیال نہیں آتا کہ لاؤ اس سنت کی اتباع کی غرض سے ہی کبھی گھر والی کا ہاتھ
بھی بٹا دیں بلکہ اللہ معاف کرے بعضوں کو تو اس میں عار محسوس ہوتی ہے کہ کہیں مرد بھی
عورتوں کے کام کیا کرتے ہیں۔اب دیکھئے کہ اپنے متعلق متبعِ سنت ہونے کا خیال ہے
لیکن اس سنت پر عمل کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔

میں کبھی کبھی اسی غرض سے کہ اس سنت کی اتباع بھی نصیب ہو جائے اپنی اہلیہ
اور بہوؤں کے ساتھ جب وہ کھانا پکا رہی ہوتی ہیں بیٹھ جاتا ہوں۔ مجھے یقین ہوتا ہے کہ یہ
مجھ سے کوئی کام نہیں کروائیں گی لیکن پھر بھی کہتا ہوں کہ میرے لائق کوئی کام ہو تو مجھے بھی

دیدو۔میں کوئی ترکاری کاٹ لوں، کوئی چیز دھل لوں وہ کہتی ہیں نہیں آپ رہنے دیجئے ہم
کرلیں گے آپ آرام کیجئے۔اس کے باوجود جب صبح دودھ کے ساتھ دوائی کھاتا ہوں تو
اپنا پیالہ از خود دھوتا ہوں میں نے گھر میں کہہ رکھا ہے کہ مجھے کم از کم یہ پیالہ دھولینے
دیا کرو تا کہ اس سنت پر روزانہ عمل ہو جایا کرے۔بھئی مجھے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے ہی
گھر کا کام کرنے میں ہمیں کیوں شرم آتی ہے۔اور کہیں تو ہم نہیں شرماتے، کہیں کھلے عام
گناہ کرتے ہیں تو نہیں شرماتے، کہیں چھپ کر گناہ کرتے ہیں تو نہیں شرماتے اور اپنے ہی
گھر کا کام کرنے میں جبکہ یہ سنت بھی ہے ہمیں شرم آتی ہے۔

میرے دوستو! گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے پر گھر والی کو یہ احساس ہوگا کہ
انہیں ہماری راحت کا بڑا خیال رہتا ہے، یہ ہماری بہت فکر کرتے ہیں۔ارے میاں عورتیں
خود ہی تم سے کوئی کام نہیں کروائیں گی لیکن آپ کہہ کر تو دیکھئے، ان باتوں کو معمولی نہ سمجھئے،
کرکے دیکھئے کہ اس سے گھر میں کس قدر پیار محبت اور آپس میں جوڑ ہوتا ہے اور ازدواجی
زندگی کیسی خوشگوار گزرتی ہے۔

☆میری اہلیہ الحمدللہ تہجد کی پابند ہیں اور اکثر مجھ سے پہلے بیدار ہو جاتی ہیں لیکن
جب کبھی میں پہلے اٹھتا ہوں تو جب تک یہ استنجاء اور وضو سے فارغ ہوں میں ان کے لئے
مصلّی بچھا دیتا ہوں اور قریب ہی ان کی معمولات کی کتابیں بھی رکھ دیتا ہوں جو یہ تہجد کے
بعد پڑھا کرتی ہیں حالانکہ یہ کوئی بڑا کام اور محنت کا کام نہیں ہے لیکن جب یہ وضو سے
فارغ ہو کر لوٹتی ہیں اور مصلّی بچھا ہوا پاتی ہیں، مصلّی کے قریب ہی کتابیں رکھی ہوئی دیکھتی
ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ ہمارا بڑا خیال رکھتے ہیں۔جب اس طرح کی چھوٹی